ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

صفر المظفر ۱۴۱۴ھ
اگست ۱۹۹۳ء

هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون

آپ (ان سے) کہیے کہ علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں۔
(القرآن)

افکار احرار

اِسلام کفر کے سہاروں کا محتاج نہیں

بد نصیب ہیں وہ علما، وہ دینی جماعتیں اور انکے سیاسی لیڈر جو اسلام کی بجائے **جمہوریت** کا نام لیکر پرچم اٹھاتے پھرے، قیادت کا راگ الاپتے رہے، لیکن مسلمانوں کی قدر مشترک، اجتماعیت کے نشان اور مرکزیت کی علامت **ختم نبوت** کے لئے ان کو اکٹھا ہونا یاد نہ رہا۔ آج وہ اپنی آنکھوں سے جمہوریت کا حشر دیکھ چکے انہوں نے پہلے جمہوریت کے نام پر اسلام کو برباد کیا، پھر ڈکٹیٹر شپ آئی اور ڈکٹیٹر شپ کے بعد اب پھر جمہوریت کا راگ الاپا جا رہا ہے

آج سن لو! جب تک اسلام کو اسلام کے نام سے نہیں لایا جائے گا۔ اسلام نہیں آئے گا۔ اسلام کفر کے سہاروں کا محتاج نہیں، کوئی کافرانہ جمہوریت، امریکی صدارتی نظام، کسی ماؤ، کسی لینن و سٹالن کا کفریہ نظام، سوشلزم اور کمیونزم، اسلام کو نہیں لا سکتا۔ اسلام اپنے نام سے آئیگا اور کفر اپنے نام سے جبتک اس سیاسی ناٹک اور فریب کا پردہ چاک نہیں کیا جائیگا۔ یہ مغالطہ ختم نہیں کیا جائے گا۔ مداریوں کی پٹاریوں کو کھول کر عوام کے سامنے عریاں نہیں کیا جائیگا جب تک آپ کی قوت فکر و عمل ایک نہیں ہو گی —— تمام مکاتب فکر اسلام کے دستور پر اکٹھے نہیں ہوں گے اسلام نہیں آئے گا

آپ لکھ رکھیں آپ کی مساجد باقی نہیں چھوڑی جائیں گی، مدارس چھین لئے جائیں گے بخارا، تاشقند کی یاد تازہ کرنے کا پروگرام آؤٹ ہو چکا ہے۔ مولویوں کی لاشیں حجروں سے برآمد کی جائیں گی سب کچھ دھیرے دھیرے لایا جا رہا ہے، جنہوں نے نہیں سنا وہ سن لیں اور جو سن کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہیں، **وہ سوچ لیں!** ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے، کل اگر تم پر کوئی مصیبت اور عتاب آیا تو ہم جس طرح پہلے اس مسئلہ میں پاکدامن تھے آئندہ بھی ہمارا دامن ان اعتراضات سے پاک ہو گا

جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری مدظلہ

مجلس احرار اسلام (پاکستان)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

صفر المظفر ۱۴۱۴ھ اگست ۱۹۹۳ء جلد ۴ شمارہ ۸ قیمت فی پرچہ ۸/= روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ،

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ،

مجلس ادارت

رئیس التحریر:

سید عطاء المحسن بخاری

مُدیر مسئول:

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ،

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ،

ذوالکفل بخاری ◉ قمر الحسنین

خادم حسین ◉ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ◉ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

◉ اندرون ملک =/۱۰۰ روپے ◉ بیرون ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان — فون ۵۱۱۹۶۱

ترجمان تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبہ عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ناشر سید محمد کفیل بخاری طابع تشکیل احمد اختر مطبع تشکیل اورینٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات	مُدیر	۳
تکمیلِ دین	امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ	۵
علامہ اقبال اور خطائے الہام	پروفیسر مرزا محمد منوّر	۷
چمن چمن اُجالا	رپوتاژ: مہدی معاویہ	۱۱
ہندوستان میں عیسائیت کی یلغار	حکیم محمود احمد ظفر	۲۱
بندر نچاؤ دوستو (نظم)	پروفیسر محمد اکرم تائب	۲۶
زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	۲۷
نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ	سید محب اللہ شاہ راشدی	۲۹
مولانا محمد شاہد تھانویؒ	محمد اسد تھانوی	۳۶
غزل	پروفیسر عابد صدیق	۳۷
منقبت سیدنا عثمانؓ	رحیم صدیقی	۳۹
حالیہ بحران میں قادیانی ہاتھ	محمد عبدالغفور	۴۱
حسنِ انتقاد	سید محمد ذوالکفل بخاری	۴۳
شاہ جیؒ سے وابستہ یادیں	رازی پاکستانی	۴۶
وہ شخص جو حدیقۂ دیں کی بہار تھا	پروفیسر ڈاکٹر تحسین فاروقی	۴۹
سیدنا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	جعفر بلوچ	۵۰
مجھے یاد ہے وہ ذرا ذرا	سید ماجد علی شاہ	۵۱
بخاری	سید سلمان گیلانی	۵۲
یادوں کے نقوش	عبدالستار نجم ابوالخیری	۵۴
حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری (نظم)	” ”	۵۵
عدو ہائے محمد کا شکاری (نظم)	حافظ ارشاد احمد دیوبندی	۵۶
شاہ جیؒ دے نال	عزیز سندھو	۵۷
حلقۂ احباب	قارئین	۶۰

دل کی بات

اسحق نواز رسہ کشی بہادر فوج کی مداخلت کے نتیجہ میں اپنے منطقی انجام کو پہنچی اور بلی تھیلے سے باہر آ گئی۔ تجزیہ نگاروں کی متضاد آراء سامنے آ رہی ہیں کوئی نواز شریف کو فاتح قرار دے رہا ہے تو کوئی اسحق خان کو اور بعض بے نظیر زرداری کی گود میں کامیابیوں کا ثمر ڈال رہے ہیں۔ کون جیتا، کون ہارا اور آئندہ کون جیتے گا؟ اس کا فیصلہ تو تاریخ کرے گی۔ اگرچہ ہمارے نگران حکمران، آزادانہ منصفانہ اور "شفاف" انتخابات کو ہی نتیجہ خیز اور فیصلہ کن قرار دے رہے ہیں مگر ہمارے یہاں انتخابی نتائج کو تسلیم نہ کرنے کی جو روایت راسخ ہو چکی ہے اسکے باعث انتخابات کو بھی مسائل اور بحرانوں کا مستقل حل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ یہ بات طے شدہ ہے کہ لیلائے اقتدار سے شب باشی کی کشمکش اور مفاد پرستانہ سوچ اور عمل نے ملک و قوم کو تباہی و بربادی کے جس موڑ پر لا کھڑا کیا ہے اس کے ذمہ دار یقیناً ہمارے حکمران اور اقتدار کے بھوکے سیاستدان ہیں وطن عزیز کے وقار اور تمام مفادات کو اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھانا ان کا منتہائے سیاست ہے۔ اگر ہمارے حکمران اور سیاست دان ملک سے مخلص ہوتے اور وطن کی سلامتی و استحکام انہیں عزیز ہوتا تو آج پاکستان کی یہ حالت نہ ہوتی۔

حکمرانوں اور سیاست دانوں نے دونوں ہاتھوں سے ملک کے وسائل کو اس طرح لوٹا کہ اس نقصان کے ازالہ اور تلافی کی کوئی فوری صورت نظر نہیں آتی۔ اخلاقی طور پر قوم کا دیوالیہ نکل چکا ہے۔ سیاسی اعتبار سے ملک عدم استحکام کا شکار ہے۔ اور اقتصادی طور پر چند خاندان ملکی وسائل پر قابض ہو چکے ہیں۔ جبکہ ملک اقتصادی طور پر مفلوج اور تباہ ہو چکا ہے۔ بات وی سی آر سے نکل کر ڈش انٹینا تک آ پہنچی ہے۔ اور ہم اس سے بھی اگلی منزل کی طرف نتائج سے بے خوف ہو کر رواں دواں ہیں۔ ذرائع ابلاغ فحاشی اور عریانی کے مرکز بنے ہوئے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی طرف سے ایک تہذیبی اور ثقافتی یلغار ہے جس نے نژاد نو کو اخلاقی تباہی کے قعر مذلت میں پھینک دیا ہے۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ مسلمان دنیا بھر میں اپنے اعمال کے لحاظ سے اسلام کے نمائندہ نہ رہیں۔ یہود و نصاریٰ اس کام کو بطور مشن آگے بڑھا رہے ہیں اور نتائج آپ کے سامنے ہیں جن کا انکار حقیقت سے چشم پوشی ہے۔

ان حالات میں ہمارے نگران حکمران "شفاف" انتخابات کے دعوے کے ساتھ میدان عمل میں اترے ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق نگران وزیراعظم معین قریشی کا نام، مسٹر ایم ایم احمد نے پیش کیا۔ مسٹر ایم ایم احمد سکہ بند مرزائی ہیں اور مرزا غلام قادیانی کے پوتے ہیں۔ وہ مسٹر معین قریشی کے ساتھ ورلڈ بینک میں ایک ساتھ کام کر چکے ہیں۔ پاکستان کو سیاسی و اقتصادی بحرانوں کی بھنور میں پھنسانے میں انہوں نے اور ان کی جماعت "قادیانیوں" نے ہمیشہ گھناؤنا کردار ادا کیا ہے۔ ایسے نازک

موقع پر مسٹر ایم ایم احمد کی پاکستان آمد، اسحق خان سے ملاقات اور مسٹر معین قریشی کی نامزدگی۔ اس کے پس منظر میں کیا سازش کار فرما ہے ہمارے لیے وہ بھی پوشیدہ نہیں۔ علامہ اقبال نے قادیانیوں کو اسلام اور وطن دونوں کا غدار قرار دیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ گروہ اندرون ملک اور بیرون ملک ہر دو محاذوں پر اسلام اور وطن کو نقصان پہنچانے کیلئے سرگرداں ہے۔ مسٹر معین قریشی اپنے مختصر اقتدار میں کیا گل کھلاتے ہیں؟ انتخابات کے نتائج کیا نکلیں گے اور انکو ہارنے والا قبول بھی کرے گا یا نہیں؟ کیا آئندہ کوئی تیسری قیادت منظر عام پر لائی جارہی ہے؟ یہ اور اس قسم کے بے شمار سوالات زبان زد عام ہیں انکے جوابات آئندہ چند دنوں میں قوم کو مل جائیں گے۔

ہمارے نزدیک مسٹر نواز شریف اور ان کی مسلم لیگ اور دیگر تمام مسلم لیگیں، بیگم بے نظیر زرداری اور ان کی پیپلز پارٹی، ملک کے تمام سیکولر سیاست دان اور ان کی جماعتوں کو اسلام سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ان کے نزدیک یہ فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔ مسٹر نواز شریف نے اپنے آخری خطاب میں اپنے منشور و مقاصد میں کہیں بھی نفاذ اسلام کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے اپنے عہد اقتدار میں اس مسئلہ پر کوئی پیش رفت کی۔ اسی وجہ سے وہ اپنے حلیف دینی حلقوں کی حمایت سے محروم ہو گئے ہیں۔

بے نظیر زرداری صاحبہ اسلام اور پاکستان کو ملاّ سے نجات دلانے کا نعرہ لیکر انتخابی میدان میں اچھل کود کی تیاری کر رہی ہیں۔ باقی یتیم اور لاوارث سیاست دان تو قابل ذکر ہی نہیں رہے اور وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے طفیلی بن کر بقیہ زندگی گزار رہے ہیں۔ غرض نفاذ اسلام کا مسئلہ ان لوگوں کی ترجیحات میں نہ تھا نہ ہے نہ ہوگا۔ ان حالات میں اسلامک فرنٹ، اسلامی جمہوری محاذ، متحدہ دینی محاذ اور ان سے باہر کی دینی جماعتوں کی کیا ذمہ داری ہے؟ اسے دینی رہنما بھی سمجھتے ہیں اور کارکن بھی ہم بار با اپنے صفحات میں یہ لکھ چکے ہیں اور یہ ہمارا موقف ہے کہ اسلام، اسلام والوں کے ذریعے ہی آسکتا ہے۔ اور اسلام جمہوریت کے ذریعہ نہیں آسکتا۔ دنیا کے سب سے بڑے فریب کا نام جمہوریت ہے۔ یہ ایک کفریہ اور مشرکانہ نظام ریاست و سیاست ہے اس غیر فطری نظام کے ذریعہ ایک فطری دین کے نفاذ کی جدوجہد محض تضیع اوقات اور خود اپنے آپکو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ دینی قوتیں اسلامی انقلاب کی جدوجہد کا عزم لیکر اٹھیں جماعتی اور گروہی مفادات کو تیاگ کر صرف دستور اسلام پر متحد ہوں تو یہ منزل قریب ہو سکتی ہے اور اس نازک موقع پر انہیں بہت کچھ قربان کرنا ہوگا بلکہ ایک عظیم مقصد کے حصول کیلئے سب کچھ قربان کرنا ہوگا۔ انتخابات قطعاً ہمارے مسائل کا حل نہیں ہیں۔ بعض دینی رہنما زیر لب تو اس حقیقت کا اظہار کر رہے ہیں مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ مستقبل میں انہیں کھل کر اس نظام کے خلاف جنگ کرنا ہوگی یہ رن پڑنے والا ہے۔ اور بڑے زور کا رن ہوگا۔ جب تک ہم اسلام اور جمہوریت کے ادغام کے منافقانہ طرز عمل اور فلسفہ سے باہر نہیں نکلیں گے کامیاب نہیں ہوں گے۔

تکمیلِ دین

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ

" الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا "

آگ کا شرارہ کرہ آتش فشاں کے دامن میں چھپا رہتا ہے۔ لیکن جب پھوٹتا ہے تو تمام دنیا کو محیط ہو جاتا ہے۔ نمو کی قوت ذرات خاک میں مخفی رہتی ہے۔ لیکن جب فصل بہار آتی ہے تو اس میں اس قدر ابال آجاتا ہے کہ اسپر زمین کی فضائے بسیط تنگ ہو جاتی ہے۔ پانی کا سیال مادہ بادل کے ایک ٹکڑے میں سمٹا ہوا پڑا رہتا ہے۔ لیکن جب برستا ہے تو پھیل کر خشکی و تری کو باہم ملادیتا ہے۔ برق کی رو دنیا کے ہر ذرے میں موجود ہے لیکن جب اس میں تموج پیدا ہوتا ہے تو کارخانہ قدرت کے ایک ایک پرزے میں دفعتاً حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ موج دریا میں پنہاں ہے۔ لیکن جب اٹھتی ہے اور اٹھکر بلند ہوتی ہے تو دریا میں تلاطم پیدا ہو جاتا ہے۔

اسلام بھی اسی قسم کا ایک شرارہ اسی طرح کی ایک طاقت نمو، اسی فیاضی کیساتھ بہنے والا ایک چشمہ آب حیاۃ، اسی قوت کیساتھ حرکت کرنے والی بجلی کی ایک رو، اور اسی سرعت کے ساتھ پھیلنے والی ایک موج ہدایت تھی۔ جس نے اڑ کر خرمن جہل وضلالت میں آگ لگادی، جس نے پھول پھل کر شررزار دنیا کو تختہ گل و یاسمین بنادیا۔ جس نے برس کر تمام دنیا کو سرسبز وشاداب کر دیا۔ جس نے چل کر دنیا کے سکون کو حرکت سے بدل دیا۔ اور جس نے اٹھ کر کفر وفساد فی الارض کے بعد ظلمت خیز میں ایک عظیم الشان تلاطم پیدا کر دیا۔

یہ شرارہ، یہ نمو، یہ برق، یہ موج، غار حرا میں دبی ہوئی تھی۔ ایک مبارک رات میں اسکا ظہور ہوا۔ لیکن اس کیلئے ایک فضائے غیر متناہی، ایک وسعت غیر محدود، ایک کرہ غیر معمور درکار تھا۔ لیکن کفرزار مکہ کی زمین گھبرا کر پکار اٹھی۔

" آہستہ خرام بلکہ مخرام "

اب اسلام دنیا کے دوسرے حصوں کی طرف بڑھا۔ کیونکہ سکڑنا اس کی فطرت کے خلاف تھا اور فطرت کی خلاف ورزی عتاب الٰہی کا مقدمہ ہے۔

ان الذین توفھم الملئکۃ ظالمی انفسھم قالوافیم کنتم قالواکنا مستضعفین فی الارض ، قالواالم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھا جروافیھا فاولئک ماواھم جھنم۔ وساء ت مصیرا۔ الاالمستضعفین من الرجال والنساء والوالدان لایستطیعون حیلۃ ولایھتدون سبیلا۔ فاولئک عسی اللہ ان یعفو عنھم وکان اللہ عفوا غفوراً - ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیراً وسعۃ ومن یخرج من بیتہ مھاجراً الی اللہ ورسولہ، ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ، علی اللہ وکان اللہ غفورالرحیما۔

جن لوگوں کی روح کو فرشتوں نے ایسی حالت میں قبض کیا کہ وہ لوگ ارض شرک میں رہ کر اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے تو ان سے فرشتوں نے کہا کہ تم ایسی مصیبت میں مبتلا کیوں رہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ " زمین کفر میں ہمیں کوئی طاقت حاصل نہ تھی " فرشتوں نے کہا " تو کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ اس میں ہجرت کر جاتے؟ پس ایسے لوگوں کا ٹھکانہ صرف جہنم ہے اور وہ بد ترین ٹھکانہ ہے۔ البتہ وہ ضعیف مرد عورت اور بچے جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں نہ انکو راستہ ملتا ہے تو انکو معاف کر

دیگا۔ وہ بڑا ہی معاف کرنے والا ہے۔ جو شخص خدا کی راہ میں ہجرت کریگا وہ زمین میں وسعت اور فلاح و نجاح پائے گا۔ اور جو شخص اپنے گھر سے نکل کر خدا اور خدا کے رسول کی طرف ہجرت کرے اور راستہ ہی میں اسکو موت آ جائے تو یقین کرو اسکا بدلہ خدا پر واجب ہو چکا۔ اور خدا بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔°

وہ دنیا میں پھیلا اور حبش و مدینہ کی آبادیوں نے اسکو آغوش میں لے لیا۔ بدر و حنین نے اس کیلئے اپنا دامن خالی کر دیا۔ بنو قریضہ و بنو نضیر کے سرسبز باغوں نے اس کےلئے اپنی جگہ سنواری، خیبر کے نخلستانوں نے اسکو اپنے سائے میں بٹھایا۔ لیکن بایں ہمہ وہ ابھی پھیلنے کیلئے اور گنجائش ڈھونڈھتا تھا۔ اور بڑھنے کیلئے وسعت چاہتا تھا۔ قصر شریعت کی آخری اینٹ نے اس کمی کو پورا کر دیا تھا۔ جسکی وجہ سے دین الٰہی کی عظیم الشان عمارت تمام دنیا کو بد نما نظر آتی تھی۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان مثلي ومثل الانبيا من قبل كمثل رجل بنى بيتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون هلاوضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبيين (بخارى - ص ١٨٦ كتاب المناقب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور پچھلے نبیوں کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جس نے ایک نہایت خوش نما مکان بنایا لیکن اسکے کسی کونے میں صرف ایک اینٹ کی کسر رہ گئی۔ پھر لوگوں نے خوب گھوم پھر کر دیکھا اور بہت خوش ہوئے تاہم ان کو یہ کہنا پڑا کہ آخر یہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو یقین کرو کہ وہ آخری اینٹ میں ہوں، اور اسی لئے میں خاتم الانبیاء ہوں۔

شریعت اسلامیہ نے اس کمی کو پورا کر دیا تھا۔ لیکن تمام دنیا کو دکھا دینا ابھی باقی تھا۔ خدا نے حجۃ الوداع میں اس عمارت کو اپنی مکمل صورت کے اندر دکھا دیا۔ اور تمام دنیا نے خانہ کعبہ کا طواف کر کے دیکھ لیا کہ اب ایک اینٹ کی جگہ بھی خالی نہ رہی۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا

" آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنے احسانات پورے کر دیئے اور تمہارے لئے دین اسلام کو منتخب کیا"

الہلال صفحہ ۱۶-۱۷

۸، ذوالحجہ ۱۳۳۲ھ

۲۸، اکتوبر ۱۹۱۴ء

بقیہ از ص۱۰

ہیں ------ ہم آنکھیں بند کر کے یہ سودا نہیں ہونا چاہیئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات مبارکہ سے منحرف کرنے والی اور قرآن سے روگردانی سکھانے والی ہر خود ساختہ صدیقیت، نبوت اور ولایت امت مسلمہ کو رسالت کے باب میں فقط مشرک بناتی ہے۔ نگاہ وہ چاہیئے جو دانہ زیر دام کو دیکھے، بات وہیں ختم کرتا ہوں جہاں سے شروع کی تھی---

صاحب ساز پہ لازم ہے کہ غافل نہ رہے
گاہے گاہے غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سروش

(نوائے وقت راولپنڈی ۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

علّامہ اقبال اور خطائے الہام

پروفیسر مرزا محمد منور

یہ مقالہ در حقیقت حضرت علامہ کے شعر ذیل کی تشریح ہے:

صاحبِ ساز پہ لازم ہے کہ غافل نہ رہے
گاہے گاہے غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سروش

یہاں ساز، صاحبِ ساز، آہنگ اور سروش خاص معانی و احوال کے حامل ہیں۔ لفظی معنی یہ کہ صاحبِ ساز کو ہر دم آگاہ رہنا چاہیئے کہ جو فرشتہ اسے دھنیں املا کرا رہا ہے یا سکھا رہا ہے کہیں خود تو بے سرا اور خارج از آہنگ نہیں ہو رہا۔۔۔۔ مگر حق یہ ہے کہ حضرت علامہ نے رمز و ایما میں جو بات کی ہے وہ یہ کہ سالک کو اور صاحبِ وجدان و القا کو ہر لحظہ باخبر رہنا چاہیئے کہ آیا جسے وہ الہام "القا" یا وجدان کی عطا جان رہا ہے وہ کلّا درست بھی ہے یا نہیں؟ ممکن ہے جس آواز کو فرشتے کی آواز یا غیبی اشارہ یا الہام و القا جانا جا رہا ہو وہ مبنی بر خطا ہو۔ بلکہ ممکن ہے جسے سالک فرشتے کی آواز سمجھ رہا ہو۔ وہ سرے سے فرشتے کی آواز نہ ہو وہ کوئی طاغوتی صدا ہو یا سالک کے اپنے نفسِ امارہ کا اشارہ ہو۔

مراد یہ ہے کہ وہ بھی جنہیں ہادی ہونے کا یقین یا زعم حاصل ہے وہ بھی ہر لحظہ بیدار رہیں اور وہ بھی جو ہادیانِ راہِ حق کے عقیدت مند ہیں ہر دم چوکنے رہیں کہ وہ کیا قبول کر رہے ہیں؟ سالک کے احوال میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔ فقرا اور درویش بھی ان تغیرات سے دوچار ہوتے رہے ہیں۔ لہٰذا خود فقیر کا فرض ہے کہ حسی کان یا وجدانی کان سے جو جو کچھ سنے اسے جوں کا توں قبول نہ کرے۔ حضرت شاہ غلام علی مجددی و مظہریؒ کے ملفوظاتِ مبارکہ "دارالمعارف" میں منقول ہے کہ بعض اوقات بزرگوں کو کوئی شے کشف ہوتی ہے۔ لیکن اس کی تعبیر میں غلطی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ کشف کی تفسیر نہیں، تعبیر کی تفسیر ہے لہٰذا ضروری ہے کہ تعبیر میں دقتِ نظر یعنی پورے غور و خوض سے کام لیا جائے وہی صاحبِ ساز کو ہدایت کہ وہ غافل نہ رہے۔

حضرت علامہؒ کا شعر جو اوپر درج ہوا نہ جانے کس کیفیت اور کس مقام پر کہا گیا۔ کوئی شخص جو وجدانی لطافتوں اور نزاکتوں سے بخوبی آگاہ نہ ہو اور پھر القائی یا وجدانی سینکڑوں خطاؤں کے امکان سے بھرپور واقفیت نہ رکھتا ہو۔ ایسی تنبیہ صادر نہیں کر سکتا۔ اس خطا کے اثر سے محفوظ رہنے کا طریقہ سیدھا اور آسان ہے۔ اور وہ ہے شریعت کی کسوٹی کہ کون سی شے شرع سے متصادم ہے۔ اور کون سی شے ہے جو اہلِ شرع کی تقویت کا باعث بن سکتی ہے۔ دینِ اسلام کا مرکزی نشان حضور نبی اکرم ﷺ ہیں۔ جو وجدان، کشف، القا یا الہام و کرامت روحِ اسلام کو مجروح کرے یا وہ سرے سے باطل ہے یا اس کی حیثیت رمزی ہے اور اسے سمجھنے میں غلطی سرزد ہوئی۔ حضرت علامہؒ کا ارشاد ہے:

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است!

ایک اور مقام پر فرمایا:

مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ رو

اگر اس دنیا میں تم واقعی اس مقام بلند تک پہنچنا چاہتے ہو جو فرد آدم کے لئے مخصوص ہے تاکہ سچ مچ کے فرد آدم بن جاؤ تو اس کے لئے راہ ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ دل کو اللہ کے ساتھ وابستہ رکھو، رخ اللہ کی طرف رکھو اور راستہ وہ اختیار کرو جو نبی اکرم ﷺ کا راستہ ہے۔ صاحب سازوالے شعر میں تنبیہ صریح اسی امر کی جانب اشارہ کر رہی ہے کہ ہر وہ امر جو راہ مصطفیٰ ﷺ سے ہٹائے یا آپ ﷺ کی شریعت کے باب میں غافل کر دے وہ غیر دین ہے، غیر اسلام ہے، ایسی غلطیوں کے سرزد ہونے کا امکان زیادہ تر وہیں ہوتا ہے جہاں بظاہر کاروبار خدمت دین عمل میں آ رہا ہو اور دین سے محبت رکھنے والے افراد خدمت دین کے جذبۂ بے پناہ کی خاطر عقیدت مند ہوں اور پھر اس عقیدت کے پردے میں جملہ دین کو رفتہ رفتہ زہر آلود کیا جا رہا ہو ------ صفحہ چار سو پر حضرت قاضی قطب الدینؒ کا قول منقول ہے کہ "ہر وہ نور جو شریعت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا وہ نور نہیں تاریکی ہے"۔

ملک فضل الدین اور چمن دین کے شائع کردہ مکاتیب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دفتر اول کے صفحہ دو سو چودہ اور پندرہ پر یہ مسئلہ زیر بحث آیا ہے کہ آیا طالبانِ صادق کے کشف و شہود میں القائے شیطانی کا عمل دخل ممکن ہے۔ حضرت مجددؒ نے فرمایا بالکل ممکن ہے اور پھر ایک آیہ کریمہ دہرائی جس کا معنی ہے کہ انبیاء کو بھی شیطان گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس آیت کا معنی ہے کہ اللہ منسوخ کر دیتا ہے شیطانی کلمات کو اپنے کلمات سے اور پھر اپنے احکام کو مستحکم کر دیتا ہے۔ اس آیت کو بیان کر کے حضرت مجدد وضاحت فرماتے ہیں کہ اولیاء میں یہ بات لازم نہیں ہے (مراد ہے کہ وحی خداوندی لازم نہیں کہ اولیاء کو بروقت آگاہ کرے) کیونکہ وہ نبی ﷺ کے تابع ہے جو کچھ نبی ﷺ کے تابع نہیں پائے گا اس کو رد کرے گا۔

حضرت مجددؒ کا ارشاد ہے کہ دین کے ضمن میں خالی عقل کام نہیں دیتی فرماتے ہیں: "اور وہ شخص جو تمام احکام شریعہ کو اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہے اور عقلی دلائل کے برابر کرنا چاہے وہ شانِ نبوت کا منکر ہے۔ (ص-۳۵۹) لہٰذا شیطانی وسوسوں کو بھی خالی عقل کی مدد سے نہ دور کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کے لئے جواز ڈھونڈا جاسکتا ہے ورنہ ہر وہ کام جو خود آدم کرنا چاہے اس کے لئے وہ دلیل اختراع کر لیتا ہے۔ "مرضی سپرد عقل ہوئی بن گئی دلیل" اسی کتاب کے صفحہ ۳۶۶ اور ۳۶۷ پر اسی امر کی مزید وضاحت کے طور پر حضرت مجددؒ لکھتے ہیں:

"بعض اوقات بعض علوم الہامی میں بھی جو خطا ہو جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ بعض مسلمہ مقدمات جو صاحب الہام کے نزدیک ثابت ہیں اور حقیقت میں کاذب ہیں علوم الہامی کے ساتھ اس طرح مل جاتے ہیں کہ صاحبِ الہام تمیز نہیں کر سکتا بلکہ تمام علوم کو الہامی خیال کرتا ہے۔ بس ان علوم کے بعض اجزاء میں خطا ہونے کے باعث مجموعہ علوم میں خطا واقع ہو جاتی ہے اور نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کشف اور واقعات اسور غیبی کو دیکھتا اور خیال کرتا ہے کہ ظاہر پر محمول ہیں اور صورت پر منحصر ہیں تو اس خیال کے موافق حکم کرتا ہے اور خطا واقع ہو جاتی ہے اور نہیں مانتا کہ وہ امور ظاہر کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں اور تاویل و تعبیر پر محمول ہیں اس مقام پر تمام کشف غلط واقع ہوتے ہیں۔ غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ صرف کتاب و سنت ہے جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں اور فرشتہ کے نازل ہونے سے مقرر ہوئے ہیں اور علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصولوں کی طرف راجع ہے۔ ان چار شرعی اصولوں کے سوا۔

اور جو کچھ ہو خواہ صوفیاء کے علوم و معارف ہوں اور خواہ ان کے کشف و الہام۔ اگر ان اصولوں کے موافق ہیں تو مقبول ہیں ورنہ مردود۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تول لیں نیم جو سے بھی نہیں خریدتے اور کشف و الہام کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم جیتل کے برابر بھی پسند نہیں کرتے"

غلطی اور خطا کی گنجائش تو ہر دم ہوتی ہے اور اس کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ آدمی مادہ بھی ہے روح بھی مادی قویٰ پر قابو

پالینے کے بعد صاحب وجدان و القاء شخص نفس امارہ کی کارفرمائی سے کلیتاً محفوظ نہیں ہو جاتا بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک خیال، صدا یا القاء کو فرشتے کی آواز جانے حالانکہ وہ خود اس کی اپنی ہوس بول رہی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں حضرت بایزید بسطامیؒ کا مشہور قول ہے۔ "خواہ کوئی شخص صاحب کرامات ہی کیوں نہ نظر آئے حتیٰ کہ وہ ہوا میں بلندیوں پر اڑ سکتا ہو مگر تم دھوکا نہ کھانا۔ پہلے یہ دیکھو کہ اس کا عمل، اوامر و نواہی کے ضمن میں کیا ہے، وہ حدود کا لحاظ رکھتا ہے یا نہیں۔ شریعت کا احترام کرتا ہے یا نہیں۔ (التعرف القاہرۃ ص-۲۹) یہ ہوتی ہے اصولی اور پکی بات لیکن حضرت بسطامیؒ کے دو قول اہل نظر کو ہمیشہ پریشان کرتے رہے ان مقولوں کے لفظوں کی مختلف تعبیریں بھی کی جاتی رہیں۔ اس ضمن میں ان دو مقولوں کا ذکر فوائد الفواد کے حوالے سے کرتا ہوں کہ یہاں حضرت علامہ اقبال کا "صاحب ساز پہ لازم ہے کہ غافل نہ رہے" والا مضمون خوب کھلتا ہے۔ یاد رہے کہ "فوائد الفواد" حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ کے وہ ملفوظات ہیں جو حضرت خواجہ حسن سنجری دہلویؒ نے قلمبند فرمائے میرے سامنے محکمہ اوقاف کا شائع کردہ فارسی نسخہ ہے۔ یہ واقعہ جو میں عرض کرنے لگا ہوں کتاب مذکور کے صفحہ ۳۲۸ پر مندرج ہے۔ یوں ہے۔

حضرت حسن سنجریؒ نے گزارش کی کہ میں نے بھی سنا ہے اور لوگ بھی کہتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے کہا تھا محمد ﷺ اور ان سے کمتر درجے کے انبیاء علیہم السلام سب قیامت کے دن میرے علم کے زیر سایہ ہوں گے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے وہیں فرمایا "نہیں حضرت بسطامی نے یہ نہیں کہا یہ الفاظ ان کے نہیں" ظاہر یہ کرنا تھا کہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ آگاہ تھے کہ حقیقت کیا ہے مگر بات ختم نہیں ہوتی۔ حضرت حسن سنجریؒ نے عرض کیا یہ قول بھی حضرت بسطامیؒ کا ہے "سبحانی ما اعظم شانی" میں پاکیزگی کے بلند ترین مقام پر فائز ہوں۔ میری شان کتنی بلند ہے۔ ظاہر ہے یہ کلمات انتہائی جسارت کے حامل ہیں اور درویشانہ رویئے سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ حضرت سنجریؒ کی عرضداشت سن کر حضرت خواجہؒ نے فرمایا "اس کلمہ کے سرزد ہونے کے بعد آخر عمر میں حضرت بایزید بسطامیؒ اس کلمہ سے توبہ تائب ہو گئے تھے۔ انہوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ انہوں نے یہ بات ٹھیک نہیں کہی تھی"۔ یہاں تک کہا کہ "میں اس وقت یہودی تھا" میں از سر نو مسلمان ہوتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں:

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحد لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ"

"فوائد الفواد" کے متعلق مشہور فرانسیسی مفکر رینے گینوں جو اب مشرف بہ اسلام ہو کر عبدالواحد یحییٰ ہو گئے ہیں ان الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں۔

> "One would scarcely believe, for example, how many people, have become seriously and perhaps irremediably unbalanced through the numerous predictions connected with the "Great Pope" or the "Grand Monarch". These predictions do contain a few traces of certain truths, but strangely distorted by the "mirrors" of and inferior psychism, and in addition brought down to the measure of the mentality of the "Seers" who have to some extent "materialized" them and have 'Localized' them more or less narrowly so as to force them into the frame-work of their own preconceived ideas. 150 (The Reign of Quantity and the signs of the times, Suhail Academy, Lahore p.306-7)

معنی یہ کہ آدمی کی پستی اندرونی ہوس طرح طرح کے روپ اختیار کر لیتی ہے۔ صاحب ہوس کبھی اپنے آپ کو غوث جاننے لگتا ہے کبھی قطب بن جاتا ہے۔ کبھی کہتا ہے میں کرشن جی مہاراج ہوں اور کبھی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسیح موعود ہے۔ (۱)

حاشیہ ص ۱۰ پر دیکھیں

حضرت مجددؒ نے دفتر اول ص ۱۰۱ پر فرمایا ہے کہ آدمی کے وجود کا وہ حصہ جو عالم خلق سے تعلق رکھتا ہے اپنی سی کوشش کرتا ہی رہتا ہے۔ لیکن وہ وضاحت فرماتے ہیں کہ اسے ایسا کرتے ہی رہنا چاہیئے۔ نفس امارہ اگر سر کشی اختیار کرتا رہے تو آدمی کے ایمان کو آزمائش و امتحان سے دوچار ہونے کا موقع ملتا رہتا ہے اور اس طرح اس کی فتوحات جاری رہتی ہیں۔

مگر یہ سب کچھ مبنی ہے اخلاص نیت پر جو لوگ نیت کے کھرے اور صادق الاسلام ہوں وہ غلطی سے آگاہ ہو کر توبہ کر لیتے ہیں۔ اس کے برعکس جہاں نیتوں میں خلوص نہ ہو وہاں صاحبِ کشف اڑ جاتا ہے بلکہ وہ الہام گھڑ گھڑ کے جان بوجھ کے خود بھی گمراہ ہوتا ہے ایسے محکوم ہوس اور مغلوب حرص اور جاہ پرست دنیا دار مریض سے جو نقصان پہنچتا ہے اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا۔ حضرت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر ! ! !
چاہے تو خود ایک تازہ شریعت کرے ایجاد

حضرت علامہؒ کی ایک نظم ہے "الہام اور آزادی" اس میں انہوں نے بندہ آزاد اور بندہ محکوم کے الہام پر یوں روشنی ڈالی ہے۔ وہاں محکوم انگریز کا حکم بردار ذہنی غلام بھی ہو سکتا ہے۔ اور بندہ ہوس بھی۔ تن کا غلام، ہوس کا غلام، جاہ و شان کا غلام---- ضربِ کلیم کی ایک مختصر سی نظم ہے۔

ہو بندہ آزاد اگر صاحب الہام ! !
ہے اس کی نگہ فکر و عمل کے لئے مہمیز !
اس کے نفس گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاک چمنستان شرر آمیز
شاہیں کی ادا ہوتی ہے بلبل میں نمودار
کس درجہ بدل جاتے ہیں مرغانِ سر خیز !
اس مرد خود آگاہ خدا مست کی صحبت
دیتی ہے گداؤں کو شکوہ جم و پرویز !
محکوم کے الہام سے اللہ بچائے !
غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز !

بندہ ہوس حسن بن صباح ہو تو وہ بھی محکوم اور اگر کوئی کسی آقا کی گیم کھیل رہا ہو اور فرمائشی الہامات عام کر رہا ہو تو جب بھی محکوم وہ لوگ جو صاحبِ نظر ہیں انہیں ہر لحظہ یہ دیکھتے رہنا چاہیئے کہ وہ کون سے القا، الہام یا کرامات کے خریدار

بقیہ ص ۱۶ پر دیکھیں۔

حاشیہ سابقہ صفحہ

(۱) یہ حقیقت ہر ذی علم مسلمان پر واضح ہے کہ یہ دونوں دعوے اور آخر میں نبوت کا دعویٰ مسیلمہ کذاب کے جانشین مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا۔ اور وہ کم و بیش اسی قسم کی کیفیات سے دوچار ہوا اور شیطانی وساوس کو وحی و الہام سے تعبیر کیا۔ برصغیر کے علماء اور خصوصاً مجلس احرار اسلام نے اس فتنہ کی سرکوبی کی اور مسلسل تحریکیں چلا کر بالآخر ۱۹۷۴ء میں پاکستان میں قانونی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا۔

معلوم نہیں کہ محترم مرزا منور صاحب نے یہاں خود مرزا غلام احمد قادیانی کا نام نہیں لکھا یا نوائے وقت کی روایتی منافقت کی نذر ہوا۔ یہ وضاحت ہمیں اس لئے کرنا پڑی کہ قارئین اس حصہ کو مضمون سے مربوط کر لیں تاکہ فتنۂ قادیانیت سے کماحقہ آگاہ ہو سکیں۔ (ادارہ)

چمن چمن اجالا — **ابن ابی یوسف چیچاوطنی**

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ کوفیوں اور سبائیوں کی سازش تھی

نسبت صحابیت اعلیٰ اخلاق اور شجاعت و تہوّر ان کا وصف خاص تھا

چیچاوطنی میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام سالانہ مجلس ذکر حسینؓ سے ابن امیر شریعت سید عطاء المومنؒ بخاری اور دیگر مقررین کا خطاب

چیچاوطنی میں گذشتہ ۱۵-۱۴ سال سے مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام محرم الحرام میں قتیل سازش ابن سبا مظلوم کربلا زعیم حق و غیرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں مجالس ذکر حسین اپنے پورے تزک احتشام سے منعقد ہوتی آتی ہیں۔ چنانچہ حسب روایت سابق امسال بھی ۴ محرم الحرام کو جماعت کے زیر اہتمام "مجلس ذکر حسینؓ" منعقد ہوئی۔ جس میں علماء خطبا نے بارگاہ حسینی میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ مقررین کی فہرست میں مولانا محمد اسحاق ساقی صاحب، مولانا اللہ بخش فانی جناب عبد الطیف خالد چیمہ اور مہمان خصوصی حضرت سید عطاء المومن بخاری مدظلہ شامل تھے۔ نعت و نظم حافظ محمد اکرم صاحب نے پیش کیں۔ جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض حافظ محمد احمد معاویہ نے سر انجام دیئے۔ مولانا محمد اسحاق ساقی صاحب نے صحابہ کرام کے آپس میں محبت و مودّت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیکر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تک تمام خلفاء راشدین ایک دوسرے کے دوست اور آپس میں محبت کرنے والے تھے اگر ان میں کبھی اختلاف ہوا بھی تو وہ نیک نیتی پر مبنی تھا۔ انہوں نے کبھی اپنی ذات کے لئے اختلاف نہیں کیا۔

مولانا اللہ بخش فانی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ عظیم سانحہ ہے لیکن اس سے بڑا حادثہ یہ ہے کہ محرم الحرام میں جو من گھڑت قصے کہانیاں رافضی ٹولہ سیدنا حسینؓ سے منسوب کرکے بیان کرتا ہے۔ انہی قصے کہانیوں کو بعض سنی مولوی بھی اپنی تقریروں میں بیان کرتے ہیں۔ جس سے عوام الناس کے ذہنوں میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات کے متعلق غلط تصورات و نظریات پختہ ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں چاہیئے کہ ان من گھڑت قصوں کو چھوڑ کر واقعہ کربلا کی اصل حقیقت جاننے کی کوشش کریں۔

جناب عبد اللطیف خالد چیمہ صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت جو گروہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی

محبت کا دم بھرتا ہے ان میں رافضی ٹولہ سب سے آگے ہے لیکن اگر حقیقت بین نگاہوں سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان لوگوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو مسخ کر کے پیش کیا ہے۔ ان کا کوئی عمل پیدائش سے لے کر مرنے تک سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے کسی عمل سے میل نہیں کھاتا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جن صحابہ سے محبت اختیار کی ان کو یہ رافضی گالیاں بھوکتے ہیں۔ اس موقعہ پر چیمہ صاحب نے شیعہ کتب کے حوالہ جات سے ثابت کیا کہ رافضی صحابہ کو خصوصاً سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جہنمی سمجھتے ہیں۔ چیمہ صاحب نے کہا کہ یہ اور اس قسم کی کتابیں ہمارے ملک پاکستان میں کھلے عام ملتی ہیں۔ ایک طرف ان دل آزار کتابوں کا یہ حال ہے اور دوسری طرف حکومت مسلمانوں کو ان سے اتحاد پر مجبور کرتی ہے۔ انہوں نے کہا ہمارا مطالبہ ہے۔ فی الفور ان کتابوں پر پابندی لگائی جائے۔

آخری خطاب ابن امیر شریعت حافظ سید عطاء المومن بخاری کا تھا۔ شاہ جی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت کسی بھی پہلو سے تعارف کی محتاج نہیں۔ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود ہر دور کے علماء نے جہاں کسی حوالے سے انکا ذکر آیا حدیث میں یا تاریخ میں ان کی سوانح حیات کو محفوظ کر دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً پانچ چھ برس تھی۔ اب پانچ چھ برس کا بچہ کتنی باتیں محفوظ رکھ سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو سن کر محفوظ کر سکے اس حوالے سے ان کا ذکر آیا انکی نیکی، ان کا تقویٰ ان کی پاکیزگیٔ فکر، طہارتِ اخلاق اور اعلیٰ اوصاف وکمالات کا یہ عالم ہے کہ پچیس حج پیدل فرمائے۔

سخاوت کا عالم یہ ہے کہ ایک مرتبہ دوران سفر کسی چھوٹی سی بستی میں ٹھہرے وہاں ایک غریب آدمی کو معلوم ہوا کہ نواسہ رسول تشریف لائے ہیں۔ اس نے سیدنا حسین کی دعوت کی جسے آپ نے قبول فرمالیا۔ دعوت میں اس نے اپنی ایک ہی بکری ذبح کر دی فراغت کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ اس تھیلی میں سے گن کر پچیس ہزار درہم اس غریب کو دے دو۔ اس نے کچھ پس وپیش کی اور کہا کہ اتنے زیادہ۔ تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ سے بڑا سخی تو وہ ہے جس نے اپنا سب کچھ میرے لئے خرچ کر دیا۔

شاہ جی نے واقعہ کربلا پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور انکا خروج کرنا اجتہادی حق تھا۔ مگر اس معاملہ میں باقی صحابہ کرام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ سے کوفہ کا قصد کیا۔ مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کے سفیر حضرت مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا گیا ہے تو انہوں نے حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹوں سے کہا کہ اگر واپس جانا چاہتے ہیں۔ تو جا سکتے ہیں۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ سفر جہاد تھا تو پھر واپسی کا کیوں کہا؟ اسی طرح سیدنا حسین رضی اللہ علیہ کو جب ثعلبیہ پہنچ کر کوفہ کا مکمل حالات معلوم ہوئے اور انہوں نے جان لیا کہ یہ سب کوفیوں کی سازش ہے تو انہوں نے اپنے سفر کا رخ شام کی طرف کر لیا اور مزاحم ہونے والی فوجوں سے کہا کہ یا تو مجھے واپس مدینہ جانے دو یا کسی سرحد پر جانے دو کہ وہاں میں جہاد کرتے ہوئے مارا جاؤں یا مجھے یزید کے پاس جانے دو وہ میرے چچا کا بیٹا ہے میرے متعلق جو چاہے

فیصلہ کرے میں اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کو تیار ہوں۔ مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ ابن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کروں، یہ تو میری موت کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ اب ہر صاحب عقل و خرد آدمی یہ جان سکتا ہے کہ اگر یزید شرابی زانی اور فاسق و فاجر ہوتا تو سید نا حسین رضی اللہ عنہ اس کی بیعت پر ہر گز تیار نہ ہوتے۔ شاہ جی نے کہا کہ آپ لوگوں سے میرا سوال ہے کہ سید نا حسین رضی اللہ عنہ کا کوئی ایک قول یا خطبہ یزید کی مذمت میں ہو تو دکھا دیجئے اسی طرح سید نا حسینؓ کی شہادت کے بعد خاندان اہل بیعت میں سے کسی ایک فرد کا دعویٰ کہ یزید نے ہمیں قتل کرایا ہے تاریخ میں موجود ہو تو بتا دیجئے۔ انہوں نے کہا ایسا ہر گز نہیں ہے بلکہ یہ سب کوفیوں ہی نے کیا ہے وہی نامزد مجرم ہیں جیسا کہ خاندان اہل بیت کے بعض افراد کے خطبات سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاہ جی کا خطاب تقریباً پونے دو گھنٹے جاری رہا اور عوام الناس نے آپ کا خطاب ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔

آپ نے نہایت مدلل انداز میں حقائق حادثہ کربلا بیان کئے اور مروجہ کہانیوں اور قصوں کو مسلمانوں کے عقیدہ کے خلاف یہودیوں اور سبائیوں کی منظم سازش قرار دیا۔ مجلس کا اختتام حضرت شاہ جی کے دعائیہ کلمات پر ہوا

رپوتاژ۔

مہدی معاویہ ملتان

سید نا حسین رضی اللہ عنہ کا چلن امت کے لئے غیرت و عزیمت کا درس ہے

سبائیوں نے سانحہ کربلا کے نتیجہ میں اُمت کو تقسیم کر دیا

دارِ بنی ہاشم ملتان میں انیسویں سالانہ مجلس ذکر حسین سے ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری اور دیگر رہنماؤں کا خطاب

دار بنی ہاشم میں دس محرم کو ہر سال مجلس ذکر حسین منعقد ہوتی ہے۔ اس سال بھی پورے جوش و خروش کے ساتھ مجلس منعقد ہوئی۔ تحریک طلباء اسلام کے مرکزی رہنما حافظ محمد احمد معاویہ نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔ کپتان غلام محمد اور حافظ محمد اکرم نے بارگاہ حسینی میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا مجلس کی دو نشستیں ہوئیں جن سے مبلغین احرار نے اپنے اپنے انداز میں واقعہ کربلا پر اظہار خیال کیا۔ مختصر روداد نذرِ قارئین ہے۔

سید محمد کفیل بخاری

مومنین اہل سنت! واقعہ کربلا کے پس منظر میں یہودیوں کی سازش تھی، سید نا عثمان کی شہادت سے اس کا آغاز اور کربلا میں اسکا انجام ہوا۔ میرا سوال ہے کہ سید نا حسین رضی اللہ عنہ کے سفر کربلا کا مقصد کیا ہے؟ ہر کوئی کہتا ہے کہ جہاد تھا۔ نانا کا دین مٹا جا رہا تھا۔ یہ اور اس طرح کی بہت سی باتیں کی جاتی ہیں۔ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اسی تاریخ کی بات کرتا ہوں۔ جس پر آپ لوگ اعتماد کر کے ہمارے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ اسی تاریخ میں ہے کہ سید نا

حسین رضی اللہ عنہ کو کوفے سے خطوط لکھے گئے۔ خطوط میں آپ کو اقتدار سنبھالنے کی دعوت دی گئی۔ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ آپ کے نانا کا دین مٹتا جارہا ہے۔ سنتیں پامال ہورہی ہیں۔ اسلام مٹ گیا ہے۔ وہ دھوکے میں آگئے۔ انسان تھے دشمن کے فریب میں آگئے۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید ایسا ہو۔ تفتیش کے لئے حضرت مسلم بن عقیل کو بھیجا کہ حالات کا جائزہ لیں۔ کوفیوں نے انہیں قتل کر دیا۔ مسلم بن عقیل کے بیٹے حضرت حسین کے ساتھ تھے۔ پہلا سفر جو ثعلبیہ کے مقام تک ہوا ہے وہ اس مقصد کیلئے ہوا کہ انہیں خطوط آئے کہ حکومت سنبھالیئے مگر انہوں نے نہ تو حکومت پر قبضہ کرنے کا اعلان کیا نہ یزید کی حکومت کے خلاف بغاوت کی خود سیدنا حسین کے بقول یہ سفر آپ نے صرف اصلاح احوال کے لئے کیا۔ ثعلبیہ میں مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر معلوم ہونے کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے سفر قصاص شروع فرمایا۔

یوں آپ کے سفر کے دو حصے ہیں پہلی منزل تک اصلاح احوال کے لئے اور اس سے آگے کربلا تک قصاص مسلم بن عقیل کے لئے جب انہیں معلوم ہوا کہ انہیں دعوت دینے والے کوفی دراصل منافق ہیں اور وہ صرف ان کی جان کے درپے ہیں تو انہوں نے یزید سے ملاقات کا ارادہ ظاہر فرمایا اور اپنے مؤقف سے رجوع فرما کر اپنے نام نہاد حلیفوں کو ہی اپنا دشمن نامزد فرمایا انہوں نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا کہ قد خذلتنا شیعتنا مجھے میرے شیعوں نے رسوا کر دیا۔

سید محمد ارشد بخاری

○

سیدنا حسین کی شہادت ایسی شہادت ہے کہ جس پر ہمیں فخر بھی ہے اور دل میں امنگ اور ترنگ بھی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان جیسی موت نصیب کریں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق دو قسم کے گروہ ہیں ایک تو وہ جو تعریف میں اتنا غلو اختیار کرتے ہیں کہ ان کو خدا کی مسند پر جا بٹھاتے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کا عقیدہ خارجیوں جیسا ہے۔ ہمارا مسلک نہ تو خارجیوں جیسا ہے اور نہ ہی ان لوگوں جیسا ہے جو ان کو شرف صحابت سے بلند کر کے خدا کے برابر لا کھڑا کرتے ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا شرف منصب صحابیت ہے وہ کسی ایک کے نہیں سب کے ہیں۔

عبداللطیف خالد چیمہ

○

شہید حق جو ہیں ان کا ماتم کیا ہے نہ ہم کریں گے
وہ لوگ محسن ہیں ان پہ ایسا ستم ہرگز نہ ہم کریں گے

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو سمجھنے کے لئے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کو سمجھنا ضروری ہے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سبائیوں کے جس طبقے نے مدینۂ رسول میں بے دردی سے شہید کیا یہ امت کا وہی ناسور تھا جسے اسلام کی فتح و کامیابی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برپا کردہ انقلاب کے بعد اندر سے اس بات کا قلق اور رنج تھا کہ اسلام کی حکومت کیوں قائم ہو گئی۔ یہی طبقہ بنیادی طور پر اسلام اور مشاہیر اسلام کے

خلاف سازشیں بنتا رہا۔ اسی طبقے نے سیدنا عثمان غنی کو شہید کیا، اسی طبقے نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی انہی کی سازشوں کا شکار ہوئے آج پوری دنیا میں سیدنا حسین اور اہل بیت جیسی مقدس ہستیوں کا نام لیکر اسلام کے خلاف، مشاہیر اسلام کے خلاف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ پہلی جماعت صحابہ کرام کے خلاف جو طوفان کھڑا کیا جا رہا ہے۔ جو شورش برپا کی جاری ہے یاد رکھیئے اس کا مقصد نہ تو سیرت حسین کو بیان کرنا ہے نہ قاتلین حسین کو ننگا کرنا ہے۔ انکا مقصد صرف صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کا دروازہ کھولنا ہے۔ وہ اسلام کے گواہ، نبوت کے گواہ صحابہ کرام پر دراصل عدم اعتماد کر کے ان پر سے امت کا اعتماد اٹھوا کر قرآن و حدیث اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بھی مجروح کرنا چاہتے ہیں۔ دشمنوں کی اس سازش کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ واقعہ کربلا جس کو چودہ سو سال سے من گھڑت کہانیوں اور افسانے کا رنگ دیکر مسلمانوں کی جماعت میں تفریق اور امت رسول میں جس فتنہ پردازی کا ڈھونگ رچایا گیا ہے۔ اس کی بیخ کنی کی ضرورت ہے۔ جب تک سبائیوں رافضوں اور بلوائیوں کے گھڑے ہوئے واقعہ کربلا کو پوری طرح سے مسترد کر کے صحیح واقعات کو امت کے سامنے، اپنے ہم عقیدہ مسلمانوں کے سامنے بیان نہیں کیا جاتا تقریر و تحریر کے ذریعے سے کفریہ عقائد کی بیخ کنی نہیں کی جاتی اس وقت تک امت میں اپنے عقیدے کا تحفظ اور اس کا شعور و ادراک پیدا نہیں ہو سکتا۔

ہماری بنیاد عقیدے کی بنیاد ہے ہماری جنگ عقیدے کی جنگ ہے عقیدہ مسلمانوں کی متاع گراں ہے۔ عقیدے کا برتن اگر پاک نہ ہو توحید میں تشکیک رہی، رسالت و ختم نبوت میں بدگمانی رہی، صحابہ کرام کی جماعت پر اعتماد نہ رہا تو یاد رکھیئے ایسا طبقہ بے شک اہل رفض سے ہو اور بے شک وہ اپنے آپ کو اہل حق کہتا ہو ہمارا ان سے نہ تعلق ہے نہ تھا نہ آئیندہ ہو گا۔

ہم کہتے ہیں کوئی مسلمان کسی علاقے اور مسلک سے تعلق رکھتا ہو لیکن خدا کی توحید کا ڈنکا علی الاعلان بجاتا ہے۔ ختم نبوت کا علم بلند کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ تمام کے تمام صحابہ قابل تنقید ہیں یاد رکھیئے وہی مسلمان ہے اور وہی حسینی ہے۔

ابن امیر شریعت سید عطاء المومن بخاری۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کو کچھ لوگوں نے الف لیلیٰ کی داستان بنا کر امت مسلمہ کے ایمان کو لوٹنے اور اس پر ڈاکہ ڈالنے کا پروگرام بنایا ہے۔ تاریخ کے حوالے سے بعض لوگ الزام عائد کرتے ہیں کہ یزید زنا کرتا تھا، شراب پیتا تھا جوا کھیلتا تھا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ دونوں حرمین شریفین اسی حکمران کے زیر نگیں ہیں دونوں مقامات مقدسہ پر نمائندے اس کے ہیں۔ گورنر اس کے ہیں جس حاکم کے وہ نمائندے ہیں وہ حاکم دین پر عمل پیرا نہیں۔ دین مٹا جا رہا ہے۔ تو اس کے گورنر اس کے حکم کے ماتحت چل رہے ہیں یا اس کے خلاف اس وقت کا جو مسلمانوں کا حاکم ہے وہ اگر صحیح عقیدہ مسلمان نہیں رہا مجھے بتائیے مدینہ اور مکہ میں اس کے جو نمائندے

ہیں وہ وہاں کیا کر رہے ہوں گے۔ اگر سفر کربلا جہاد تھا تو پہلے مکہ اور مدینہ کو ان بدمعاشوں سے آزاد کرانا فرض تھا۔ مکہ اور مدینہ دونوں مسلمانوں کے لئے حد درجہ قابل احترام ہیں یہ دونوں مقدس سرزمینیں زانیوں شرابیوں اور بدکاروں کے زیر نگین رہیں اور تمام مسلمان اور صحابہ اکرام خاموش رہے؟ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔ اگر جہاد ہے تو مکہ والے ساتھ کیوں نہیں ہوئے۔ مدینے والے ساتھ کیوں نہیں ہوئے اگر صرف سیدنا حسین ہی حق پر ہیں تو باقی صحابہ کرام کے متعلق فتویٰ دو۔ ان کے ایمان کا بھی فیصلہ کرو۔

میرا تو ایمان ہے کہ جس شخص کو سیدنا حسین سے محبت نہیں وہ خدا کا ملعون بندہ ہے۔ حسین جب مقام ثعلبیہ پر پہنچے تو ان جھوٹوں کا پول کھل گیا۔ کہ مجھ کو غلط رپورٹیں پہنچائی گئیں۔ تب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ اگر اس کو جہاد بناؤ گے تو واپسی کا جواز نہیں ہے۔ پھر تو جہاد کر کے آنا ہوتا ہے۔ پھر غازی یا شہید بن کر جنت میں جانا ہوتا ہے۔ مجاہد کا موقف کبھی نہیں بدلتا تم کیسے بدلواتے ہو۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا بڑا مقام و مرتبہ ہے تاریخ میں لکھا ہے کہ کثرت سے نمازیں پڑھتے تھے۔ روزے رکھتے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود کے پالے ہوئے تھے۔ دشمنوں نے انہیں نشانہ بنا کر دین کے خلاف سازش کی اور انہیں شہید کر دیا۔ ان کی شہادت سے پوری امت کو دکھ پہنچا، مگر دشمن نے اسے غلط رنگ دیکر امت کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔

سیّد عطاء المحسن بُخاری

چار ماہ اٹھارہ دن یزید خلیفہ رہا سیدنا حسین اس کے ماتحت رہے آپ نے یزید کے خلاف کوئی بیان نہیں دیا۔ آخر کیوں؟

اگر یہ کفر تھا تو ان چار مہینوں میں کفر نہ تھا۔ شعبان، رمضان، شوال، ذیقعد ذوالحجہ ۱۰ دن ذالحجہ کے آٹھ دن رجب کے دس اور آٹھ اٹھارہ چار ماہ اٹھارہ دن نواسہ رسول سبط رسول جگر گوشہ بتول سوار دوش رسول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف کوئی بیان نہیں دیا۔ کیا کفر حاکم نہیں تھا۔ کفر غالب نہیں تھا۔ نمازیں تباہ نہیں ہو رہی تھیں۔ آخر وہ کون سی وجوہات تھیں کہ جن کی بنا پر سیدنا حسین کوفہ کی طرف چل پڑے۔

سب سے پہلا خط سیدنا حسین کو سلیمان ابن صرد خزاعی (بنو خزاعہ یہودیوں کا قبیلہ تھا اور یہ شخص اسی قبیلہ سے تھا۔ سرمایہ دار تھا) نے خط بھیجا کہ حسین تجھے معاویہ کے مرنے کی مبارک ہو خط لیکر آنیوالا عبداللہ ابن السبع الھمدانی، عبداللہ ابن وال یہ دونوں مسلمان ابن صرد خزاعی کا خط لیکر آئے جس کی پہلی سطر یہی تھی کہ حسین تجھے معاویہ کے مرنے کی مبارک ہو۔ اور یہ معاویہ وہ ہیں جن کے بارے میں تاریخ میں ہی لکھا ہے کہ حسن و حسین دونوں آپ کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔

فیعطیھما ویکر مھما

اور اسی تاریخ میں دوسری طرف معاویہ کے مرنے پر حسین کا ایک دوست مبارک باد کا خط لکھتا ہے یہی تاریخ کی بھول بھلیاں ہیں اور اسی خط میں پہلی دعوت ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے آئیے میدان خالی ہے۔ ہم آپ کو امام بناتے ہیں دوسرا خط تیسرا خط بارہ ہزار خط لکھے گئے۔ ان سب میں ایک ہی بات ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے

آپ آئیے ہم آپ کو امام بنا چکے ہیں آئیے ہم پر حکومت کیجیئے۔

ملا باقر مجلسی کی کتاب ہے جلاء العیون اس میں لکھا ہے کہ حسین نے کہا کہ جب میں نے دیکھا کہ میرا خون بہانا چاہتے ہیں تو میں مدینے سے بھاگ کھڑا ہوا اور جب وہ مکہ میں پہنچے تو بعض خیر خواہوں نے پوچھا حضرت آپ مکہ میں ؟ کہا نانا جان نے فرمایا تھا تم مکے میں چلے جاؤ۔ وہاں یہ کہا کہ میں قتل ہونے کے ڈر سے بھاگا ہوں یہاں کہا کہ نانا نے فرمایا پھر تیاری کی کوفہ جانے کی۔ پھر لوگوں نے پوچھا تو جواب دیا کہ نانا نے کہا ہے کہ کربلا تمہارا انتظار کر رہی ہے جہاں تم نے شہید ہونا ہے۔ یہ سب جلاء العیون میں لکھا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کوفہ کاہے کے لئے جاؤ گے جواب دیا بنی امیہ سے حکومت لینے کے لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی عبداللہ ابن حنظلہ انہوں نے پوچھا این یا ابن رسول اللہ اے رسول اللہ کے بیٹے کہاں جا رہے ہو۔ کہا بنی امیہ سے حکومت لینے کے لئے اور شیعوں کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا حسینؓ نے فرمایا!

"اے مسلمانو! میرے ساتھیو! میں نے تمہیں دعوت دی کیوں؟ اس لیے کہ

ان لی بالعراق حکومۃ۔

کہ عراق میں میری حکومت بننے والی ہے۔ لیکن "قد اتانا خبر و ضیع" ہمیں ایک بہت دردناک خبر پہنچی ہے کہ ہمارا بھائی عبداللہ ابن یقتر اور مسلم بن عقیل قتل کر دیئے گئے ہیں۔ اب ہم نے جانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ اب ہمیں حکومت نہیں ملے گی۔ تم جس طرف چاہو چلے جاؤ۔

فانصر فوا منّی یمیناً وشمالاً

دائیں بائیں جہاں چلے جاؤ تمہاری مرضی "قد خذلتنا شیعتنا" ہمیں ہمارے شیعوں نے ذلیل کر دیا ہے۔ یہ سنیوں کی کتاب میں بھی ہے اور شیعوں کی کتاب میں بھی۔

حضرت مسلم بن عقیل کے بھائیوں نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ چلیے ہم قصاص لیں گے۔ قتل کیا عبیداللہ ابن زیاد نے۔ جا رہے ہیں شام عبیداللہ ابن زیاد کوفہ میں۔ شام کسی اور طرف ثعلبیہ سے کوفہ تشریف نہیں لے گئے شام تشریف لے گئے۔ کربلا کوفہ سے اسی میل دور ہے۔ اسی میل دور جا کے انہوں نے گھیرا ڈال لیا۔ عبیداللہ ابن زیاد نے کہا کہ میرے ہاتھ پر یزید کی بیعت کرو۔ میں آگے نہیں جانے دوں گا۔ کیوں؟ اس کو مسئلہ سمجھ میں آ گیا کہ میں نے مسلم بن عقیل کو قتل کیا ہے۔ اور مسلم بن عقیل یزید کا رشتہ دار ہے، حسین کا رشتہ دار ہے اور یزید حسین کا رشتہ دار ہے شمر نے ابن زیاد سے کہا کہ اگر حسین دمشق میں پہنچ گئے تو خدا کی قسم نہ تو بچے گا نہ میں بچوں گا۔ لہذا حسین کو مجبور کرو کہ وہ یہیں پر بیعت کرے۔ ابن زیاد نے سیدنا حسین سے بیعت کے لیے کہا سیدنا حسین نے جواب دیا

واللہ لن یکون ھذا الا بعدالموت

عبیداللہ میں تیرے ہاتھ پر بیعت نہیں کروں گا مجھے یزید کے پاس جانے دو میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں۔

بس اسی پر معرکہ ہوا اور حسین شہید کر دئے گئے۔ ابن زیاد اور شمر دونوں اس قتل کے اصل ذمہ دار ہیں مختصراً یہ کہ سیدنا حسین سے دھوکہ ہوا اور انہیں فریب دیکر بلوایا گیا۔ جب ان پر سازش عیاں ہوئی تو انہی کوفیوں نے انہیں شہید کر دیا۔ اور خون حسین میں اپنی سازش کو چھپانے کی کوشش کی۔ غم حسین کی آڑ میں دین کو نقصان پہنچایا۔ اور ہنوز پہنچا رہے ہیں۔

ہم سیدنا حسین کے مؤقف کو درست سمجھتے ہیں۔ اور یہ ان کا اجتہادی حق تھا۔ حق و باطل کا معرکہ ہرگز نہ تھا۔ وہ شہید حق ہیں شہید غیرت ہیں۔ اور ان کا چلن امت کے لئے استقامت و عزیمت کا درس ہے۔

حضرت شاہ جی نے دعائے خیر کے ساتھ مجلس کا اختتام کیا۔ مجلس کے اختتام پر مؤمنینِ اہلِ سنت کی ضیافت کے لئے لنگرِ حسین بھی تقسیم کیا گیا۔

مولانا محمد مغیرہ:۔ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ہر ہر فرد کو اللہ تعالیٰ نے خود چُن کر محمد رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ تو اُن سے راضی تھے ہی مگر نبی کریم ﷺ بھی اُن سے رضا کی حالت میں اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ اپنے اصحاب میں سے کسی سے بھی ناراض نہیں تھے۔ سیدنا حسین بھی صحابیٔ رسول ﷺ ہیں۔ بے شک وہ نواسہ رسول ﷺ ہیں مگر اُن کا اصل مقام و مرتبہ نسبت صحابیت ہے۔ اُن کی شہادت کے پس منظر میں خبثیانِ عجم کی سازشیں کارفرما نظر آتی ہیں۔

مولانا محمد اسحٰق سلیمی: یہود و نصاریٰ اسلام کے ابدی دشمن ہیں۔ اسلام کے انہی دشمنوں نے سیدنا حسین کی شہادت میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے منافقین کی جماعت کے افراد کو استعمال کیا اور حادثۂ کربلا کے نتیجے میں اُمت کو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ آج بھی رافضی اور سبائی سیدنا حسین کا نام لے کر منافقت کا روپ دھار کر اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

مولانا اللہ بخش احرار: (ڈیرہ اسمٰعیل خان)

سیدنا حسین کی شہادت تاریخ اسلام کا ایک دردناک باب ہے۔ اس حادثہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ منافقین کو مسلمانوں کی صفوں سے نکال باہر کیا جائے۔ کیونکہ یہی منافق رافضی اور تبرائی کربلا کی تاریخ کو بار بار دُہرا کر امتِ مُسلمہ کو انتشار سے دوچار کرنا چاہتے ہیں۔

○

محمد نعیم احرار

ڈیرہ اسماعیل خان

اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے والے قادیانی کو سخت سزا دی جائے

مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے صدر حاجی عبدالعزیز، مقامی احرار رہنماؤں صلاح الدین، مولوی اللہ بخش احرار اور دیگر مقامی جماعتوں مجلس تحفظ ختم نبوت، ختم نبوت یوتھ فورس، سپاہ صحابہ کے کارکنوں نے ایک مشترکہ اجلاس میں متفقہ قرارداد منظور کی جس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے والے قادیانی رشید

احمد کو فی الفور امتناع قادیانیت آرڈی نینس کے تحت سخت سزا دی جائے۔ حاجی عبدالعزیز صاحب نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا ہے کہ رشید احمد ولد بشیر احمد مقامی قادیانی ہے۔ اس نے ایک منصوبہ کے تحت انار کلی مارکیٹ میں دکان کرایہ پر حاصل کی اور "مونا گارمنٹس" کے نام سے کاروبار شروع کر دیا۔ عام لوگوں کو اس کے بارے میں قطعی علم نہ تھا کہ وہ قادیانی ہے۔ اس لئے کہ اس نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا ہوا تھا۔ احرار کارکنوں کو علم ہوا کہ مذکورہ قادیانی نے اپنی دکان میں قرآنی آیات کے فریم بھی آویزاں کئے ہوئے ہیں تاکہ مسلمانوں کو دھوکہ دیا جا سکے۔ اسے تنبیہ کی گئی تو اس نے نہ صرف شعائر اسلامی کو ترک کرنے سے انکار کر دیا بلکہ مسلمانوں میں مرزائیت کی تبلیغ بھی شروع کر دی۔ چنانچہ مقامی عالم دین مولانا عبدالسلام، حاجی عبدالعزیز، صلاح الدین، محمد یونس اور مولانا اللہ بخش احرار پر مشتمل وفد نے تھانہ پہنچ کر دفعہ ۲۹۸/C کے تحت مقدمہ درج کرایا جس کے تحت مذکورہ قادیانی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

مقامی احرار رہنماؤں اور دیگر دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے مشترکہ طور پر مطالبہ کیا ہے کہ رشید احمد کو جلد سے جلد سزا دی جائے۔ تاکہ قادیانیوں کو اس جعلسازی کی آئندہ جرات نہ ہو۔ انہوں نے کہا ہے کہ شعائر اسلامی کا استعمال اور مرزائیت کی تبلیغ قانوناً ممنوع ہے۔ قادیانیوں کو اس دھوکہ دہی سے باز آجانا چاہیے۔

بحران کا علاج

عبدالواحد بیگ

ملتان

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

مسلمان

شریعت کی بالادستی چاہتے ہیں ——— نہ جمہوریت، نہ آمریت

جلال بادشاہی ہو یا کہ جمہوری تماشا ہو!
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اے ارباب اقتدار

منتظر ہے یہ جہاں آئین پیغمبر کا آج!
ورنہ سب بیکار ہے جمہور ہو یا تخت و تاج

بین الاسلامی عظیم ترین مملکت سعودی عرب میں رائج الوقت انتظامی امور اور شرعی قوانین کی برکات سے سبق حاصل کریں شرعی سزاؤں کا نفاذ۔ قتل و غارت نشہ بازی، اغوا، آبروریزی اور مروجہ برائیوں کا فوری مؤثر اور قدرتی علاج ہے! ورنہ جو قوم بد عہد ہو جاتی ہے اس پر دشمن مسلط کر دیا جاتا ہے۔

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی ہوس کی امیری ہوس کی وزیری

طنز و مزاح

مجید لاہوری مرحوم

عورتوں کی تین قسمیں

ہمارے ہاں عورتوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو "انتہا پسند" یہ وہ ہیں جو کھلے بندوں دعوت نظارگی دیتی ہیں۔ اور کہتی ہیں کہ۔ اے آدم کے بیٹو! تم سمجھتے ہو کہ بس ہمیں "ترقی پسند" ہیں۔ ادھر دیکھو حوا کی بیٹیاں بھی پر لگا کر آسمان کی بلندیوں کی طرف اڑیں گی اور اس جہاں میں پہنچکر دم لیں گی جو۔ ستاروں سے آگے ہے۔

یہ بناؤ چناؤ۔ یہ غازہ۔ یہ لپ اسٹک۔ یہ زلفیں یہ عارض کے گلاب۔ یہ خوشبو۔ یہ مہک۔ یہ قیامت! ہم نے تمہیں جنت سے نکال دیا تھا۔ تم نے یہاں آکر جنت بنا لی۔ تمہاری جنت، تمہارے تصورات، ہماری رنگینی کی تاب نہیں لاسکتے۔ بہر حال یہ "ترقی پسند" عورتیں فخر کے ساتھ تمام قیود، تمام حدود اور حجاب کی تمام دیواریں پھاند کر بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ "انتہا پسند" عورتیں یہ کہتی ہیں۔ اگر اس آزادی کے دور میں تم نے ہماری آزادی کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی تو ہم اس کے خلاف اپنے حسین آنچل کے پرچم تلے آزادی کی لڑائی لڑیں گی۔ ہمارا قافلہ اب زندگی کی اُن منزلوں میں ہے جہاں تہذیب کے ارتقائی محل ہیں۔ جہاں تاریکیاں نہیں روشنی ہے۔ روشنی کے مینار ہیں۔!

عورتوں کی دوسری قسم "رجعت پسند" ہے۔ پرانے گوٹوں کی سر بسر گٹھڑیاں۔ کیا مجال کہ ہوا بھی آزادی کے ساتھ برقع میں داخل ہو سکے۔ فرشتہ بھی چار دیواری میں پر مار سکے۔ چکی چولہے کی کائنات۔ بھرے پرے گھر میں یہ تنہا نظر آتی ہیں۔ اپنے ڈھب کی عورتوں سے ملتی ہیں۔!

پیروں کی نیازیں۔ گیارھویں کی منتیں۔ ٹونے ٹوٹکے۔ تعویذ گنڈے۔ بھوت پریت۔ ہنڈیا میں نمک زیادہ پڑ گیا۔ قیامت۔! ۔ رحیمن نے ریشمی کپڑے پہن رکھے ہیں اور اس پر زیور۔ اب اس اللہ کی بندی سے کوئی پوچھے اس عمر میں یہ سولہ سنگار یہ بہوؤں کی ریس کرتی ہے۔

بندو نے بیوی کے لئے زری کا جوتا لایا۔ گھر میں جوتا چل گیا۔

"میرے لئے بھی لائے ہوتے تمہارے باپ کا راج تھا۔ تو میں گھر میں رانی تھی اب میں نگوڑمی گھر کی لونڈی ہو گئی"۔ یہ ہیں "رجعت پسند" عورتیں۔

عورتوں کی تیسری قسم "اعتدال پسند" ہے۔ یہ قیدی بھی ہے آزاد بھی۔ اس سرو کی طرح جو آزاد ہوتے ہوئے پا بہ گل ہے۔ یہ بے نقاب بھی ہیں اور "باپردہ" بھی۔ کپڑا خرید رہی ہیں۔ دکاندار سے باتیں کرتی ہیں۔ آنچل کا گرا ہوا پلو اٹھاتی ہیں ادھر اڑوس پڑوس کا کوئی آدمی گذرا یا کوئی جانی پہچانی عورت دیکھی یا کوئی عزیز نظر آیا جھٹ چہرے کے دروازے پر چلمن ڈال دی۔ یہ بت جھانک کر چلمن ڈالتے ہیں۔ ان کا شیوہ یہ ہے کہ ایک نظر دیکھا اور چلمن ڈال دی۔

ایک بجلی سی فضا میں لہراتی۔ ایک کوندا لپکا۔ ایک جھونکا آیا۔ اور گزر گیا۔ چاند جلوہ دکھا کر "کالے کالے" بادلوں میں چھپ گیا۔ یہ ہیں "اعتدال پسند" عورتیں۔

بقیہ صـ ۲۵ پر

قسط ۶

ھندوستان میں عیسائیت کی یلغار

حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی

برسرِ پیکار تھے اور پھانسی اور دائمی جلاوطنی کی سزائیں پا رہے تھے۔ مرزا غلام احمد اور اس کا پورا خاندان انگریزوں کی مالی اور افرادی مدد کر رہا تھا تاکہ یہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کریں۔ چنانچہ اس ملکی، وطنی اور سیاسی غدار خاندان کو اس مقصد کے لئے چنا گیا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کر کے مسئلہ جہاد کو حرام قرار دے۔ لیکن جس شخص کو بھی نبوت کے دعویٰ کے لئے کھڑا کیا جاتا وہ یکدم نبوت کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ پہلے وہ اہلِ اسلام کے دلوں میں اپنا وقار اور عظمت پیدا کرتا پھر بتدریج وہ نبوت کا دعویٰ کرتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی ایسا ہی کیا۔ وہ دور مذہبی مناظروں کا دور تھا کیونکہ اس زمانے میں عیسائی مذہب کی تبلیغ و دعوت اور دینِ اسلام کی تردید و مخالفت میں سرگرم تھے۔ حکومت وقت جس کا سرکاری مذہب عیسائیت تھا ان کی پشت پناہ اور سرپرست تھی۔ وہ سرزمین پاک و ہند کی حکومت کو یسوع مسیح کا عطیہ اور انعام سمجھتی تھی۔ دوسری طرف آریہ سماجی مبلغ جوش و خروش سے اسلام کی تردید کر رہے تھے۔ انگریزی حکومت کی اپنی پالیسی بھی یہ تھی کہ ان مناظرانہ سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اس لئے کہ ان کے نتیجہ میں ملک میں ایک کشمکش اور ذہنی اور اخلاقی انتشار پیدا ہوتا تھا۔ اور تمام مذاہب اور فرقوں کو ایک ایسی طاقتور حکومت کا وجود غنیمت معلوم ہوتا تھا جو ان سب کی حفاظت کرے اور جس کے سایہ میں یہ سب امن و امان کے ساتھ اپنی مباحثانہ اور مناظرانہ سرگرمیاں رکھ سکیں۔ ایسے ماحول میں جو شخص اسلام کی مداخلت اور مذاہب غیر کی تردید کا علم بلند کرتا وہ مسلمانوں کا مرکز توجہ و عقیدت بن جاتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس میدان کو اپنی سرگرمیوں کے لئے منتخب کیا کیونکہ وہ اس طریقے سے مسلمانوں کے دلوں میں اپنی عقیدت کا نقش بٹھانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک بہت بڑی تصنیف کا بیڑا اٹھایا جس میں دینِ اسلام کی صداقت، قرآنِ حکیم کے اعجاز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو دلائل عقلی سے ثابت کیا جائے گا اور بیک وقت سارے مذاہب کی اس میں تردید ہو گی۔ اس کا نام اس نے "براہین احمدیہ" تجویز کیا۔

مرزا صاحب نے اس کتاب کے تیسرے اور چوتھے حصے کے شروع میں "اسلامی انجمنوں کی خدمت میں التماس ضروری اور مسلمانوں کی نازک حالت اور انگریزی گورنمنٹ" کے عنوان سے انگریزی حکومت کی مدح و توصیف کی ہے۔ اور اس کے مسلمانوں پر احسانات گنائے ہیں اور اس بات کی پرزور اپیل کی ہے کہ تمام اسلامی انجمنیں مل کر ایک میمورنڈم (MEMORANDUM) تیار کر کے اور اس پر تمام سربر آوردہ مسلمانوں سے دستخط کرا کر گورنمنٹ کو بھیجیں۔ اس میں اپنی خاندانی خدمات کا پھر تذکرہ ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ جہاد کی ممانعت کی بھی پرزور تحریک ہے۔ گویا کہ بحیثیت مبلغ اسلام مرزا صاحب نے اپنا وہ کام یعنی ممانعت جہاد اور خیر خواہی حکومت شروع کر دیا جس کے لئے ان کے انگریز آقاؤں نے انہیں چنا تھا۔

براہین احمدیہ کی طباعت سے قبل مرزا صاحب نے اس کے بارے میں بہت دعوے کئے تھے۔ لیکن کتاب چھپنے پر پڑھنے والوں کو پتہ چل گیا کہ اس ضخیم دفتر میں کوئی نادر تحقیق اور مسیحیت کے مأخذ اور اس کی قدیم کتابوں اور اس کے اسرار و حقائق سے اس طرح کی واقفیت و آشنائی نظر نہیں آتی اور جو حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ کی تصنیفات

میں نظر آتی ہے۔ نہ وہ شیریں گفتاری اور ندرت استدلال نظر آتی ہے جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتابوں میں ہے۔

البتہ اس کتاب کے پڑھنے والے کو مرزا صاحب کی بسیار نویسی، کثرت الہامات، خوارق، کشف، مکالمات خداوندی، پیش گوئیاں اور طویل و عریض دعوے ضرور ملتے ہیں جن سے ایک قاری کی طبیعت بدمزہ اور منغص ہو جاتی ہے۔ اس کتاب میں غیر مسلم حضرات کے جوابات دینے سے زیادہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ الہام کا سلسلہ نہ منقطع ہوا ہے اور نہ اس کو منقطع ہونا چاہیئے۔ گویا اپنے دعویٰ نبوت کی اس کتاب میں تمہید ہے اور لوگوں کو مائل کیا گیا ہے کہ وہ آئندہ نسلوں میں مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو ماننے کے لئے تیار رہیں۔

کتاب میں جگہ جگہ مختلف آیات کے غیر مربوط ٹکڑوں کو الہام کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ بیچ بیچ میں چند احادیث بھی جوڑ دی گئی ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ جو مرزا صاحب کے اپنے جملے ہیں وہ خالص ہندوستانی عربی کا نمونہ ہیں جن میں عربیت اور قواعد کی بھی فاش غلطیاں ہیں۔

مرزا صاحب کو اس کتاب کے لکھنے کے بعد اپنی شخصیت کا نیا انکشاف ہوا۔ وہ یہ کہ انہیں اپنی تحریری، متکلمانہ، مناظرانہ اور بعض دیگر خفیہ صلاحیتوں کا انکشاف ہوا۔ اور انہیں اندازہ ہوا کہ ان میں اپنے ماحول کو متاثر کرنے اور ایک نئی تحریک کے چلانے کی اچھی خاصی استعداد ہے۔ اس انکشاف نے ان کے ذہن میں ایک نئی تبدیلی پیدا کی۔ چنانچہ اب ان کا رخ غیر مسلموں سے مناظرہ کرنے کی بجائے خود مسلمانوں کو دعوتِ مناظرہ و مقابلہ دینے کی طرف ہو گیا۔

۱۸۸۵ء میں مرزا صاحب کا حکیم نور الدین بھیروی جو اس زمانہ میں بسلسلہ ملازمت ریاست جموں میں مقیم تھا خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ۱۸۸۸ء میں مرزا صاحب نے کشمیر کا سفر اختیار کیا اور ایک ماہ حکیم صاحب موصوف کے پاس قیام کیا۔ ۱۸۹۰ء تک مرزا صاحب نے صرف مجدد و مأمور ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن ۱۸۹۱ء میں حکیم صاحب نے مرزا صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ "مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ کریں اس مشورہ کے حقیقی اسباب و محرکات کیا تھے؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ حکومتِ وقت کے اشارے سے تھا اور ایک خاص مقصد کے لئے تھا جس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

نزول مسیح کا عقیدہ ایک اسلامی عقیدہ ہے۔ مسلمان اس عقیدہ سے واقف اور اس کے قائل تھے۔ احادیث نبویہ میں اس کی اطلاع دی گئی ہے اور مسلمان حالات کی خرابی، حکومت کے چھینے جانے اور پیہم حوادث و مصائب کے اثر سے کسی مردِ غیب کے منتظر بھی تھے۔ حکیم صاحب کو اس کا خیال ہو سکتا تھا کہ مرزا صاحب نے اپنی دینی خدمات سے جو مقام حاصل کر لیا ہے اس کی بناء پر مسلمان ان کے دعوائے مسیحیت کو تسلیم کر لیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب پہلے تو سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے تھے جو عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے جس کو بعد میں انہوں نے غلط اور کفریہ عقیدہ کہا، لیکن پھر یکدم اس عقیدہ میں تبدیلی پیدا کر کے لکھا کہ:

"مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔ میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے مراد در حقیقت مسیح بن مریم علیہ السلام کا نزول نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ جس کا مصداق حسب اعلام و الہام الٰہی یہی عاجز ہے" (توضیح مرام ص ۲)

حکیم نور الدین بھیروی چونکہ احادیث و روایات پر وسیع نظر رکھتا تھا اس لئے وقتاً فوقتاً ان علمی اشکالات پر متنبہ اور ان دقتوں کی طرف بھی متوجہ کرتا رہتا تھا جو اس دعویٰ کے بعد پیش آتے ہیں۔ اور ان کے حل میں بھی مدد دیتا تھا۔ چنانچہ دمشق کی تاویل قادیان، دو زرد چادروں کی تاویل، دو بیماریاں، دمشق کے منارۂ شرقی کی تاویل قادیان کا منارۃ المسیح وغیرہ حکیم نور الدین ہی کی بتائی ہوئی تھیں۔

مرزا صاحب کی تصنیفات کا غیر جانبدارانہ مگر ناقدانہ مطالعہ کرنے سے یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ ان کے اعلانات اور دعاوی کے تدریجی منازل ایک مرتب اسکیم اور خاکے کے تحت ہیں۔ مرزا صاحب نے رب نبی اور نبوت کا لفظ صاف صاف زبان سے کہے بغیر صفات نبوت اور خصائص نبوت پر گفتگو کرنی شروع کر دی اور یہ ثابت کرنا شروع کر دیا کہ یہ صفات افراد امت اور کامل لوگوں کو بطریق تبعیت و وساطت حاصل ہوتی ہیں۔ اس منطق اور ان مقدمات کا طبعی نتیجہ یہی ہونا چاہیئے تھا کہ ایک دن مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ کر دیں چنانچہ ایک روز ایسا ہو گیا۔ یہ ۱۹۰۰ء کی بات ہے۔ مولوی عبدالکریم نے جو جمعہ کے خطیب تھے ایک خطبۂ جمعہ میں مرزا صاحب کے لئے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کئے۔ اس خطبہ کو سن کر مولوی سید محمد احسن امروہی نے بہت پیچ و تاب کھائے لیکن مولوی عبدالکریم نے پھر ایک خطبہ میں کہا کہ اگر میں غلطی کروں تو حضور (مرزا صاحب) مجھے بتائیں۔ میں حضور کو نبی اور رسول مانتا ہوں۔ مرزا صاحب نے کہا ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا"۔ یہ خطبہ سن کر مولوی محمد احسن غصے میں بھرے ہوئے واپس آئے اور مسجد کے اوپر ٹہلنے لگے۔ جب عبدالکریم واپس آئے تو مولوی محمد احسن سے لڑنے لگے۔ لڑنے میں دونوں کی آواز بہت بلند ہو گئی تو مرزا صاحب مکان سے نکلے اور یہ آیت پڑھی:

"یاایھاالذین آمنو لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی"

گویا اپنی نبوت کی مزید تائید کر دی۔

(تقریر سید سرور شہید قادیانی مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۰ نمبر ۵۱ مورخہ ۴ جنوری ۱۹۲۳ء، حقیقت النبوت ص ۱۲۴)

گویا اس طرح ایک نئے دور کا افتتاح ہو گیا اور مرزا صاحب کو معلوم ہو گیا کہ لوگ اتنے راسخ الایمان ہو چکے ہیں کہ وہ ان کے ہر دعویٰ کو تسلیم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء سے مرزا صاحب اپنی تصنیفات میں اپنے لئے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کرنے لگے۔ ۱۹۰۲ء میں انہوں نے اپنی کتاب "تحفتہ الندوۃ" میں اپنے کو ظلی اور بروزی نبی کہا اور ہر مسلمان کے لئے اپنی اطاعت کو واجب قرار دیا۔ اور کہا کہ میں اپنے دعویٰ میں موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سچا ہوں۔ زمین و آسمان نے میری گواہی دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گواہی دی اور ہر نبی نے میری گواہی دی۔ (تحفتہ الندوہ ص ۴)

اسی طرح اپنی کتاب اربعین میں بھی اپنی نبوت کی تاویل کرتے ہوئے لکھا:

"وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے سرچشمے سے لیتا ہے۔ اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے، اسی لئے اس کا نام آسمان پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ملی مگر بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو"۔ (اربعین ص ۵)

اپنی ایک اور کتاب میں لکھا:

"غرض اس حصہ کثیر وحی الہیٰ اور امور غیبیہ میں اس امت سے ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو حصۂ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں"۔ (حقیقتہ الوحی ص ۳۹۱)

یہ نبوت کا دعویٰ تو تھا لیکن جب کبھی کوئی کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو کہا جاتا کہ یہ دعویٰ غیر تشریعی نبوت کا ہے۔ تشریعی نبوت کا نہیں۔ لیکن پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ مرزا صاحب کھل پڑے اور صاف کہہ دیا کہ میں تشریعی نبی ہوں۔ کیونکہ تشریعی نبی ہی مسئلہ جہاد کو حرام قرار دے سکتا تھا اور یہی مرزا صاحب کے نبی کہلانے کا مقصد تھا جیسا کہ اگلے صفحات میں آرہا ہے۔ چنانچہ اربعین ہی میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحبِ شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام:

"قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم و يحفظوا فروجهم ذالك ازكىٰ لهم"

یہ براہین احمدیہ میں درج ہے۔ اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ان هذا الفى الصحف الاولىٰ صحف ابراهيم و موسىٰ"

یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے۔ (اربعین نمبر ۴، ص ۷)

جب تشریعی نبوت کا دعویٰ کر دیا تو اب وہ پرچار شروع ہو گیا جس کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور وہ تھا انگریزوں کی اطاعت اور مسئلہ جہاد کا حرام کرنا۔ چنانچہ اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھا:

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر، شام، کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں" (تریاق القلوب ص ۱۵)

انگریزوں کی اطاعت پر اتنا زیادہ زور دیا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے برابر قرار دیا چنانچہ اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں لکھا:

"میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایۂ میں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے"۔

(اشتہار گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ص ۳ کتاب شہادۃ القرآن کے آخر میں)

ایک اور جگہ خود اقرار کیا کہ مجھے حکومت برطانیہ نے اٹھایا ہے اور میں اس کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اس درخواست میں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء میں پیش کی تھی یہاں تک لکھا ہے کہ:

"یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربے سے ایک وفادار، جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے خیر خواہ اور خدمت گزار ہے۔ اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں"۔ (تبلیغ رسالت جلد ۷ ص ۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

"الجهاد ماضٍ الى يوم القيامة"

جہاد قیامت تک کے لئے جاری و ساری رہے گا۔

لیکن مرزا صاحب کی خصوصی توجہ مسئلہ جہاد پر مرکوز تھی جو انگریزی حکومت کے لئے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام

ممالک اسلامیہ میں خاص تشویش اور اضطراب کا باعث تھا۔ مرزا صاحب نے جہاد کے دائمی طور پر منسوخ اور ممنوع ہو جانے کا اعلان کیا اور اس کو اپنے مسیح موعود ہونے کا نشان قرار دیا۔ چندہ منارۃ المسیح کے اعلان میں کہا کہ:

"تیسرے وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی حصۂ دیوار میں نصب کرایا جائے گا۔ اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے۔ تاکہ لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں۔ کہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا وقت آگیا۔ اب سے زمینی جہاد بند کئے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ جیسا کہ حدیثوں میں پہلے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو دین کے لئے لڑنا حرام کیا جائے گا۔ سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھا کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے"۔

(اشتہار چندہ منارۃ المسیح ضمیمہ خطبہ الہامیہ)

ایک اور جگہ نہایت صفائی اور اختصار کے ساتھ لکھا کہ:

"میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے" (تبلیغ رسالت جلد ۷ ص ۱۷)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی افکار میں دو چیزیں بہت نمایاں ہیں ایک دعویٰ نبوت دوسری حرمتِ جہاد۔

اس طریقے سے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے انگریز آقاؤں سے حقِ وفاداری ادا کیا اور انگریزوں کی حکومت کی مضبوطی (STABILITY) میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔

مرزا صاحب کو انگریزی حکومت کے ساتھ ایسا اخلاص اور اس کی خیر خواہی کا ایسا جذبہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے جوشِ نفرت کو کم کرنے کے لئے مختلف تدبیریں کرتے تھے۔ انہوں نے عیسائی مناظرین اور پادریوں کے مقابلے میں جس جوش اور سرگرمی کا اظہار کیا اس کی وجہ یہ بیان کی کہ ان عیسائی پادریوں نے اسلام کی تردید اور پیغمبر اسلام کی توہین میں ایسا رویہ اختیار کیا تھا جس سے مسلمانوں میں جوش و اشتعال پیدا ہو جاتے اور انگریزوں کی حکومت کو نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا۔ اس لئے میں نے بھی مصلحتاً و قصداً ان کی تردید میں جوش و تاثر کا اظہار کیا تاکہ مسلمانوں کا جوشِ طبیعت فرو ہو جائے اور ان کو تسکین ہو۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۳ منسلکہ تریاق القلوب صفحہ ۳۱۰ بعنوان حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست)

مرزا غلام احمد کو انگریزوں کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ اس نے ہر اس شخص کی گندی گالیوں سے تواضع کی جس نے انگریزوں کے خلاف کام کیا یا اس کو (مرزا غلام احمد کو) انگریزوں کا سیاسی ایجنٹ بتایا۔ ایک طرف تو اس نے اپنے کو نبی کے لفظ سے یاد کیا لیکن نبیوں والے اخلاق کے برعکس انہوں نے منافقوں والے اخلاق: "واذا خاصم فجر" "جب اس کا کسی سے جھگڑا ہوتا ہے تو فوراً گالی گلوچ پر اتر آتا ہے" سے کام لیا۔

بقیہ از ص ۲۰

ہم مولوی ہیں نہ ملا۔ جو فتویٰ دیں کہ ان میں کونسا طبقہ "برحق" ہے ہماری رائے میں نہ "انتہا پسند" اچھی ہیں نہ "رجعت پسند" اور یہ "اعتدال پسند" تو بڑی حد تک خطرناک قسم کی ہیں!۔ ہم عورت کو نہ سمجھ سکے۔ ہم نے یا تو اسے بالکل "شمع محفل" بنادیا۔ یا بالکل "چراغ خانہ" یا اس کے بیچوں بیچ جھونکوں کی زد میں آیا ہوا چراغ

عورت ماں بھی ہے، بہن بھی ہے۔ بیٹی بھی ہے۔ اور عورت بیوی بھی ہے اب یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ ماں ہو تو کیسی۔؟ بہن ہو تو کس قسم کی۔؟ بیٹی ہو تو کیسی؟ اور بیوی ہو تو کس طرح کی۔؟

فیصلہ کیجئے۔ آپ کی تاریخ میں مائیں بھی ہیں۔ اور بہنیں بھی۔ بیٹیاں بھی ہیں اور بیویاں بھی۔ لیکن آپ کہہ دیں گے تاریخ ہمارا "سبجیکٹ" نہیں۔ ہمارا مضمون حساب ہے۔ لیکن یہ کہئے کہ۔ "یوم الحساب" پر بھی آپ کا ایمان ہے۔؟

بندر نچاؤ دوستو

دودھ میں پانی ملاؤ دوستو
گھی، دہی، بالائی کھاؤ دوستو
ذکر و فکر آخرت رہنے بھی دو
کام کی باتیں سناؤ دوستو
دل اگر برباد ہیں تو کیا ہوا
جسم تم اپنے سجاؤ دوستو
غیر جا پہنچا ہے اُڑ کے چاند پر
تم کبُوتر ہی اڑاؤ دوستو
اب یہی ٹھہرا اصولِ دوستی
قرض دے کر بھول جاؤ دوستو
وہ لگائیں جاں کی بازی داؤ پر
تم فقط چھکے لگاؤ دوستو
کون جیتا، کون مرتا ہے، یہاں
تم پیو، خوشیاں مناؤ دوستو
وہ نچاتا ہے ہمیں تگنی کا ناچ
اور تم بندر نچاؤ دوستو
پی رہا ہے خون یا کوئی شراب
اب کوئی تائب دکھاؤ دوستو

پروفیسر محمد اکرم تائب

زبان میری ہے بات اُن کی

ساغر اقبال

O تمام سیاستدانوں کے مفت ذہنی معائنہ اور علاج معالجے کی پیشکش! (سعید الٰہی سیکرٹری جنرل پی ایم اے پنجاب)
الیکشن کمیشن توجہ دے!

O امریکی پاسپورٹ رکھنے والے شخص کو غیر جانبدار حکومت کی آڑ میں پاکستان پر مسلط کر دیا گیا۔ (فضل الرحمٰن)
مولانا! یہ آپ کی بی جمہوریت کا تحفہ ہے۔ نظام قبول کیا ہے تو تحفہ بھی قبول کریں۔

O بے نظیر کے ہاتھ پر عوام کی نظر ہے۔ (کوثر نیازی)
اور کوثر کی نظر بے نظیر کے ہاتھ پر ہے۔

O سابق صدر اگر میری "مہم" چلائیں تو میری کامیابی یقینی ہے۔ (زاہد سرفراز)
"خان" بیمار ہے ورنہ مہم ضرور چلاتا۔

O انتخابات سے پھر وہی چہرے سامنے آئیں گے۔ (ساجد میر)
بات انتخابات کی نہیں۔ پیا کو خوش کرنے کی ہے۔

O وائیس میاں چنوں چلے گئے۔ (ایک خبر)
وائیں میاں۔ چنوں میں پھلیاں!

O مغربی تعلیم یافتہ اور سیکولر شخصیت محمد علی جناح کو مسلمانوں نے اسی لئے لیڈر تسلیم کیا کہ اُن کی زندگی روایتی تھی۔ (وارث میر)
"آدھی عورت" کے "لاوارث میر" کا آموختہ!

O ہمیں اقتدار میں آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ (بے نظیر)

برسات میں آئے گا ساون کا مہینہ
ساجن کو مناؤں گی چوڑی کی چھنک سے

O اسلام میں زبانی طلاق کی کوئی حیثیت نہیں۔ (بیرسٹر اے جی چوہدری)
بیرسٹر صاحب! آپ کلمہ "زبانی" نہ پڑھیں تو مسلمان نہیں ہو سکتے۔

O سب متفق ہو جائیں تو میں نگران وزیراعظم بننے کے لئے تیار ہوں۔ (اصغر خان)
آپ گھر بیٹھ جائیں۔ پوری قوم اس پر متفق ~~ہے~~ میں

O محکمہ انکم ٹیکس ملتان کے سابق چپڑاسی اسلم شاہ کی گھی مل، ہوٹل، کاریں اور متعدد کوٹھیاں! (ایک خبر)
توبہ توبہ! افسروں کا کیا حال ہو گا!

O ہمیشہ اصولوں کی سیاست کی ہے مگر وقت آ گیا ہے کہ اصول کے ساتھ کچھ "وصول" بھی ہو۔ (ساجد میر)
عبدالقدیر خاموش سے طریقے سیکھیں!

O ظلم اور دھاندلی کی سیاہ رات ختم ہو گئی۔ (قائم علی شاہ)
زلفوں اور پلکوں کی ٹھنڈی چھاؤں کا دور شروع ہے۔

کچھ تو یارو خدا خدا کر کے — زور ٹوٹا ضیاء کے جادو کا
ہو گئی اب ختم آٹھویں ترمیم — بے اثر ہو گا ڈنک بچھو کا

(قتیل شفائی)

پوچھا آپ کی ذات ہے کیا؟ — "جی ہم ہوتے ہیں بدذات!"

(شفیل قتائی)

O صدر استعفیٰ دے کر چار ماہ کی رخصت پر چلے گئے۔ (ایک خبر)
استعفیٰ اور رخصت۔ بہت دیر کی مہرباں جاتے جاتے!

O ہمیں بنیاد پرست ہونے پر فخر ہے۔ (حمید گل)
اور

جنہیں فضول سمجھ کر بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

O کراچی کے بعض نرسری سکولوں میں بچوں کو جنسی تعلیم دی جا رہی ہے۔ (ایک خبر)
پھر وینا حیات اور سلطانہ گوہر ہی پیدا ہوں گی!

O "عنایت حسین بھٹی" ایک ۴۳ سالہ سکھ خاتون روسندر پال سے شادی کر رہے ہیں۔ عورت کی پہلی شادی
پانچ سالہ بچی ہے (ایک خبر)

O شادی شدہ خاتون مجلس سننے کا بہانہ کر کے آشنا کے ساتھ بھاگ گئی۔ (دوسری خبر)
کیا ان دونوں خبروں کے بین السطور کا کوئی تعلق واثق تو نہیں؟

O آٹا مزید مہنگا ہو گیا۔ ۲۰ کلو کا تھیلا اب ۸۷ روپے میں ملے گا۔ (ایک خبر)

۷۴ روپے من آٹا — اور اس پر بھی ہے سناٹا

O شراب کے نشہ میں مدہوش کانسٹیبل کی میو ہسپتال میں بدتمیزی۔ (ایک خبر)
کوئی بعید نہیں کہ کل کلاں کوئی مدہوش ڈاکٹر تھانے میں جا کر بدتمیزی کرے!

O امریکہ ہمارے معاملات میں "ماما" نہ بنے۔ (مولانا اجمل خان)
کہ پاکستان میں ~~آپ~~ کے "ماما زاد" کافی ہیں۔

نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ

سید محب اللہ شاہ راشدی

(۱)

ہمارے ہاں اکثر نوجوان اہلِ حدیث بھائی نمازوں میں عموماً ایسا ہی رویہ اختیار کرتے ہیں جس کی نشاندہی سندھ کے معروف اہلِ حدیث عالم دین پیر سید محب اللہ راشدی صاحب نے اپنی ذیل کی تحریر میں کی ہے۔ پیر صاحب کی یہ تحریر متانت، سنجیدگی اور دلائل کی قوت سے معمور ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہمارے بہت سے بھائیوں کو ترکِ سنت کے نقصانات کا احساس ضرور ہوگا اور وہ اپنے اندر سنت پر کاربند ہونے کا عزم پیدا کریں گے۔ (ادارہ)

"الاعتصام" مجریہ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۹ء میں ننگے سر نماز ہو جانے کے متعلق ہمارے محترم دوست مولانا حافظ نعیم الحق نعیم حفظہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ شائع ہوا ہے۔

جہاں تک ننگے سر نماز ہو جانے کی حد تک بات ہے تو اس میں دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں۔

یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے۔

احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر اوقات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سر پر یا تو عمامہ باندھے رہتے یا سر پر ٹوپیاں ہوتی تھیں۔ اور راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج و عمرہ کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر گھومتے پھرتے تھے یا کبھی سر مبارک پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آ کر عمامہ وغیرہ اتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی۔ کسی محترم دوست کی نظر میں ایسی کوئی حدیث ہو تو ہمیں ضرور مستفید کیا جائے۔

ذیل میں چند احادیث لکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

۱: حضرت عمرو بن امیۃ الضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علیٰ عمامتہ و خفیہ۔

صحیح البخاری مع فتح الباری بتحقیق شیخ ابن باز۔ طبع لاہور پاکستان، ج ۱ ص ۳۰۸۔

"میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے تھے۔"

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور اسی عمامہ سے ہی نماز پڑھی ہوگی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ عمامہ پر مسح کیا تو ہو لیکن جس پر مسح کیا اسکو اتار کر نماز پڑھی ہو۔ یہ حدیث حضر و سفر دونوں کو شامل ہے۔

۲: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ تبوک کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے پیشتر قضاء حاجت کیلئے نکلے قضاء حاجت کی پھر لوٹے۔ پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی ڈالا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وضو کیا پھر اس میں یہ الفاظ ہیں۔

" ثم مسح بنا صیتہ وعلی العمامۃ۔ الخ

المشکوٰۃ بتعلیق العلامہ الالبانی۔

بحوالہ صحیح مسلم۔ ج ۱ ص ۱۶۱)

"پھر اپنی پیشانی مبارک اور عمامہ پر مسح کیا۔"

۳: حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

" کانی انظر الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ عمامۃ سوداء قدارخی طرفہا بین کتفیہ

(فتح الباری، بحوالہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۳)

"گویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔ ان (کے سر پر) کالی پگڑی تھی جس کا ایک ٹکڑا پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیا تھا"

۴: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

دخل یوم فتح مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء بغیر احرام

"فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس حال میں کہ ان پر کالی پگڑی تھی بغیر احرام کے

بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی اس حدیث سے معارض ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور جس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مغفر (خود) تھا۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ پہلے پہلے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سر پر خود تھا پھر اسکو اتار لیا (جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے) اس کے بعد عمامہ پہن لیا۔ اس طرح ہر کسی نے جو دیکھا وہ بیان کر دیا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

" انہ خطب الناس وعلیہ عمامۃ سوداء ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک پر کالا عمامہ تھا"

اور یہ خطبہ کعبہ کے دروازہ کے نزدیک ہوا تھا۔ اور یہ دخول کے تمام ہونے کے بعد ہوا۔ بعض نے ان دونوں روایتوں کو اس طرح بھی جمع کیا ہے کہ یہ کالا عمامہ خود کے اوپر یا خود کے نیچے بندھا ہوا تھا۔ تاکہ خود کے لوہے سے سر مبارک کو محفوظ رکھیں۔

(فتح الباری۔ ج ۴ ص ۶۱ - ۶۲)

۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اذااعتم سدل عمامتہ بین کتفیہ ۔ المشکوٰۃ بحوالہ ترمذی

اور ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (مشکوٰۃ: ج ۲ ص ۳۷۵)

ترجمہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی عمامہ باندھتے تو پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان اس کا ٹکڑا چھوڑ دیتے۔"

۶: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسدلہا بین یدی ومن خلفی"

المشکوٰۃ بحوالہ ابی داؤد۔ ج ۲ ص ۳۷۵۔

ترجمہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پگڑی باندھی اور میرے سامنے اور میرے پیچھے اسکا تھوڑا سا ٹکڑا چھوڑ دیا۔

۷: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقول الشہداء اربعۃ رجل مومن جید الایمان

آتی العدو فصدق اللہ حتی قتل فذالک الذی یرفع الناس اعینھم الیہ یوم القیامۃ ھکذا ورفع رأسہ حتیٰ وقعت قلنسوۃ فلا ادری قلنسوۃ عمر ارادام قلنسوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ روایت جامع ترمذی میں ہے اور امام ترمذی نے اسکی تحسین کی ہے۔

ترجمہ: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم سے سنا کہ شہداء چار ہیں ایک ان میں سے وہ آدمی ہے جو عمدہ ایمان والا مومن ہے۔ وہ دشمن کی طرف آیا تو اس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ (کے اجر و ثواب) کی تصدیق کی (لڑتا رہا) حتیٰ کہ وہ قتل ہو گیا۔ تو یہ وہ شخص ہے جس کی طرف لوگ اپنی آنکھیں اٹھائیں گے۔ قیامت کے دن اس طرح اور اپنا سر اٹھایا۔ حتیٰ کہ ٹوپی گر گئی۔ (راوی کہتا ہے) مجھے معلوم نہیں اس ٹوپی سے مراد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی کا ارادہ کیا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی کا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔

۸: ابوالشیخ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ:۔

" انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس فی السفر ذوات الاذان و فی الحضر المضمریعنی الشامیۃ۔

لوامع العقول میں لکھا ہے۔

قال العراقی وھوا جودالاسناد فی القلانس

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں کانوں والی ٹوپیاں پہنتے تھے۔ اور حضر میں مضمر یعنی شامی ٹوپیاں پہنتے تھے۔

علامہ عراقی فرماتے ہیں:

ٹوپیوں کے بارے میں یہ حدیث بہت عمدہ اسناد والی ہے:

۹: مصنف ابن ابی شیبۃ میں اور مصنف عبدالرزاق میں اس کے مانند امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

" ان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یسجدون وایدیھم فی ثیابھم ویسجد الرجل منھم علی قلنسوتہ وعمامتہ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)

ترجمہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں سجدہ کرتے اس حال میں کہ انکے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور ان میں سے کوئی آدمی اپنی ٹوپی اور پگڑی پر سجدہ کرتا تھا"

اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نماز میں ٹوپیاں یا پگڑیاں پہنے ہوتے تھے۔

۱۰: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کے کتاب اللباس میں باب البرانس کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث لائے ہیں۔

" ان رجلاً قال یارسول اللہ مایلبس المحرم من الثیاب؟ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لاتلبسو االقمص ولاالعمائم ولاالسراویلات ولاالبرانس ولاالحقاف الحدیث۔

(فتح الباری۔ ج ۱۰ ص ۲۷۱-۲۷۲)

"ایک آدمی نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) احرام والا کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا نہ قمیصیں پہنے اور نہ پگڑیاں اور نہ شلواریں اور نہ برانس اور نہ ہی موزے۔"

برانس، برنس کی جمع ہے۔ یہ ایک قسم کی ٹوپی ہے۔ پھر آگے ص ۲۷۳ ج ۱۰ پر باب العمائم منعقد فرما کر اس کے

تحت بھی یہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی لائے ہیں۔

اس صحیح حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ ٹوپیاں اور عمامے اکثر و بیشتر پہنے رہتے تھے۔ ورنہ اگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ اکثر و بیشتر چلتے پھرتے یا نماز ادا کرتے ہوئے ننگے سر رہنا ہی انکا عمل ہوتا تو خاص طور پر ان چیزوں کی ممانعت (احرام کی حالت میں) بیان نہ کی جاتی۔ جیسا کہ عورتیں اجانب (غیروں) کے سامنے نقاب اوڑھے ہی رہتی ہیں اس لئے احرام کی حالت میں انکو امر ہوا کہ وہ منہ پر نقاب نہ ڈالیں الا یہ کہ کوئی اجنبی سامنے آگیا تو چادر کا پلو منہ پر ڈال لیا۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ وغیرہ محدثین نے جو کتاب اللباس وغیرہ ذکر کر کے اس کے تحت یہ احادیث لائے ہیں تو اس سے مقصد ان باتوں میں اقتداء و اتباع تھا ورنہ ان باتوں کے ذکر سے کیا فائدہ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے۔

" لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة۔الاية (پ ۲۱ - ع ۲)

" تمہارے لئے اللہ سبحانہ، وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں بہترین نمونہ ہے۔"

اور یہ ارشاد عبادات وغیرہا سب کو شامل ہے۔

ہوسکتا ہے ہمارے محترم مولانا نعیم الحق نعیم صاحب طعام و شراب اور لباس کے متعلق یہ رائے رکھتے ہوں کہ ان میں سے جن اشیاء یا امور کے متعلق کوئی امر یا رغبت دلانے والا صیغہ وارد نہیں ہوا وہ مندوب و مستحب نہیں۔

لیکن راقم الحروف ان سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اگر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ معمول نہ ہوتا تو جسطرح سر پر عمامہ یا ٹوپی کا ثبوت مل رہا ہے۔ اس طرح ننگے سر چلتے پھرتے رہتے یا ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق بھی روایات ضرور مل جاتیں۔ لیکن اس قسم کی ایک روایت بھی میرے علم میں نہیں آئی۔ جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ معمول ہوا تو یہ عمل اللہ سبحانہ تعالیٰ کو پسند ہوگا۔ لہذا استحباب یا مذہبیت کا انکار مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو یہ حال تھا کہ لباس و طعام میں سے جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہوتی وہی پسند کرتے تھے۔ صحیح البخاری کتاب اللباس میں

"باب النعال السبتية وغيرها"

کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ عبید بن جبیر سے روایت لائے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا "چار باتیں ایسی ہیں کہ میں تم ہی کو وہ کرتے دیکھتا ہوں۔ تمہارے دوسرے اصحاب ان پر عمل نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک چیز یہ ذکر کی کہ تم سبتیت نعال (بغیر بالوں کی جوتیاں) ہی پہنتے ہو۔ تو انہوں نے یہ جواب دیا:

" اما النعال السبتية فاني رايت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم يلبس النعال التي ليس فيما شعرويتوضا فيها فانا احب ان البسها" فتح الباری ص ۳۰۸ ج ۱۰)

"نعال" "جوتی" "سبتية کے بارے میں تو نے پوچھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ جوتیاں وہی پہنتے تھے جن میں بال نہ ہوتے اور ان ہی میں وضو بھی کرتے۔ لہذا میں بھی پسند کرتا ہوں کہ ایسی جوتیاں پہنا کروں"

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنت کے اتباع میں جو مقام ہے وہ کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کے کتاب الاطعمہ میں باب الدباء" کے تحت حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث لائے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتى مولى له خياطا فاتى بدباء فجعل ياكله فلم ازل احبه منذرايت رسول الله صلى الله عيله وسلم ياكله ۔ (فتح الباری ص ۵۵۹ ج ۹)

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکے ایک غلام جو کپڑا سینے والا تھا، کے پاس آئے پھر وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کدو لے آیا۔ پھر آپ ﷺ اسکو کھانے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کدو کھاتے دیکھا، تب سے میں اسے پسند کر رہا ہوں۔

کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرغوب اشیاء کو پسند کرنا باعث اجر و ثواب نہ تھا؟

اگر تھا تو یہی ندب واستحباب کی علامت ہے۔ اس لئے سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے یا نماز وغیرہ پڑھنے کو پسندیدہ قرار نہ دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہم نے بڑے بڑے علماء و فضلاء کو دیکھا کہ وہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے۔ یہ آج کل جو نئی نسل خصوصاً اہل حدیث جماعت کے افراد نے یہ معمول بنا رکھا ہے یہ چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جاسکتا ہے مسنون نہیں یا کسی چیز کے جائز ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مندوبات و مستحبات کو بالکل ترک کر دیا جائے"

جواز کے اظہار کے لئے کبھی کبھی اتفاقاً بھی ننگے سر رہنے پر عمل کیا جاسکتا ہے لیکن آج کل کے معمول سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کتب احادیث میں جو جو مندوبات و مستحبات، سنن و نوافل کے ابواب موجود ہیں یہ سراسر فضول ہیں اور ہمیں صرف جواز اور رخص پر ہی عمل کرنا ہے۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ ہمارے محترم مولانا نعیم الحق نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے بعض پرجوش اہل حدیث کی طرف سے بعض متشدد حنفیوں کی باتوں کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز کا اس طرح جواب دیا جاتا رہا ہے لیکن یہ بات الہام و تفہیم سے ہی ہو سکتی ہے۔ انہیں معقول دلائل پیش کئے جائیں پھر بھی وہ اسی پر جمے رہیں اور حق کی طرف نہیں آتے تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کے لئے ہم مستحبات کا خاتمہ ہی کر دیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو دائمی معمول بنالیں۔ پھر اگر یہی مقصود تھا تو گھر سے ہی ننگے سر آتے اور نماز پڑھ لیتے۔ لیکن یہ عجیب طرفہ تماشا ہے کہ گھر سے تو سر پر ٹوپی وغیرہ رکھ کر آتے ہیں لیکن مسجد میں داخل ہو کر سر سے ٹوپی وغیرہ اتار کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ اور نماز شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے مولانا نعیم الحق کی تحریر کے مطابق ننگے سر نماز پڑھنے کا جواز تو ضرور معلوم ہو جاتا ہے لیکن اس سے جو بڑی غلط فہمی عوام میں پھیل جاتی ہے اور واقعتہً پھیل رہی ہے اسکی جانب بھی توجہ کو مبذول فرمایا جاتا۔ یعنی اب عوام میں یہ غلط فہمی پھیلتی جاتی ہے کہ گھر سے تو ٹوپی وغیرہ سر پر رکھ کر آنا چاہئیے لیکن مسجد میں آکر اس کو اتار دینا چاہئیے اور ننگے سر ہی نماز پڑھنی چاہئیے۔ کیونکہ یہی سنت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس لئے کہ اہل حدیث جماعت کے بہت سے افراد کا اس پر عمل ہے۔ اب آپ ہی سوچیں کہ یہ کتنی بڑی غلطی ہے۔؟ اور یہ محض ہم اہل حدیثوں کے طرز عمل سے ہی پیدا ہو رہی ہے۔ حالانکہ صحیح تو کجا مجھے تو ایسی ضعیف حدیث بھی نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تو اس حال میں نکلے کہ سر پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آتے ہی اسکو اتار لیا اور ننگے سر نماز پڑھی۔ پھر اس طرح اسکو دائمی و مستمرہ معمولات میں سے بنانے کی وجہ سے لوگوں کو کیا یہ خیال نہ گزرتا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے تو اس غلط فہمی کے دور کرنے کے لئے بھی کیا یہ اہم و پسندیدہ بات نہیں کہ اکثر و بیشتر سر کو ڈھانپ دیا جائے خواہ نماز میں خواہ اس سے باہر تاکہ یہ غلطی رفع ہو جائے۔

بعض حضرات اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جس میں یہ وارد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور اس میں ٹوپی وغیرہ بھی داخل ہے۔ بغیر سر ڈھانپے نماز پڑھی۔

اولاً تو یہ اس وقت کی بات ہے جب کپڑوں کی تنگی تھی اور اتنی فراوانی نہ ہوئی تھی۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم میں سے ہر ایک کے پاس دو تین کپڑے تو نہ تھے۔ اس طرح صحیح حدیث مرفوع میں بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟ اس سے جو بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

ثانیاً: میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے جواز کے ثبوت سے اس کا زلہ یہ حضرات صرف اس بچاری ٹوپی وغیرہ پر ہی کیوں گرانے پر مصر ہیں۔ اگر ننگے سر نماز پڑھنے والی حدیث پر ہی رکھتے ہیں تو بسم اللہ آپ گھر سے ہی ایک کپڑے کے سوائے سب کپڑے اتار کر پھر مسجد میں آیا کریں اور اس طرح نماز بھی پڑھ لیں۔ یہ اچھی ستم ظریفی ہے کہ گھر سے تو قمیض، شلوار کوٹ وغیرہا پہن کر آتے ہیں اور مسجد میں دخول کے بعد صرف پگڑی یا ٹوپی اتار کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ یاللعجب۔

کیا آپ حضرات کے نزدیک اس کا معنیٰ و مطلب یہ ہے کہ اور تو سب کپڑے پہنے ہوئے تھا نہیں۔ صرف ٹوپی وغیرہ کو اتار دیا جائے؟ لیکن یہ مطلب سراسر غلط ہے۔ شاید کچھ لوگ کہنے لگیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حکم ہے کہ مسجد میں زینت پکڑو۔ یعنی لباس پہنو اور جب آج کپڑوں کی فراوانی ہے تو ہم یہ سارا لباس زیب تن کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کی خدمت میں باادب عرض ہے کہ اگر دوسرے کپڑے زینت میں داخل ہیں تو ٹوپی وغیرہ کو آپ کس دلیل سے اس زمرہ میں سے نکال باہر کر رہے ہیں۔ اوپر صفحات میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر و بیشتر معمول سر کو ڈھانپنا تھا لہذا ٹوپی وغیرہ سے سر ڈھانپنے کے زینت ہونے پر میں اور کیا مضبوط ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ معمول اعلیٰ درجہ کی زینت بھی ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ بھی۔

بہر حال ان وجوہات کی بنا پر مجھے تو سر ڈھانپنا ہر حال میں بہتر و اولیٰ اور مستحب و مندوب نظر آتا ہے۔ اگر کسی اہل علم نے اس پر تعاقب فرما کر میری اس کاوش کو غیر صحیح ثابت کر دیا اور بات سمجھ میں آ گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ رجوع بھی کر لوں گا۔

الحق یعلولایعلی علیہ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات وصلی اللہ علی سیدنا محمد رحمۃ للعالمین و نبی الرحمۃ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً۔

بہ شکریہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور
شمارہ ۲۷ جلد ۴۵۔ جولائی ۱۹۹۳ء

(۲)

استدراک

میرا مقالہ سر ڈھانپنے کے متعلق الاعتصام میں شائع ہوا ہے۔ اگرچہ مسجد میں ٹوپی اُتار کر رکھنے کے بعد نماز پڑھنے کے بارے میں کوئی صحیح الاسناد روایت نہیں ہے (ہمارے علم کی حد تک) تاہم ابوالشیخ الاصبہانی اپنی کتاب "اخلاق النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صفحہ ۱۱۵ پر ایک روایت لائے ہیں جو سنداً تو بالکل ضعیف ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب اس روایت کو لے کر میرا معارضہ یا تعاقب شروع کر دے۔ اس لئے یہ روایت مع سند و متن اور اس کی سند پر کلام کے ساتھ پیش کر رہا ہوں (یعنی حفظ ماتقدم) کے طور پر کوئی صاحب اس کو لے کر میدان میں نہ آجائیں۔ مجھے دراصل یہ پہلے ہی مقالہ میں لکھ دینی چاہیئے تھی لیکن:

لا یضل ولا ینسی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شان ہے اس لئے اس وقت خیال نہ آیا۔ اب سوچا تو خیال ہوا اس روایت کی بھی سندی حیثیت واضح کر دینی چاہیئے۔

روایت یہ ہے۔

حدثنا محمد بن عمران بن جنیدنا احمد بن عیسیٰ المقانعی وسلیمان ابن داؤد

السلال، نابشر بن یحیی المروزی نامسلم بن سالم عن العزرمی عن عطاء و عن ابن عباس قالت کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث قلانس قلنسوۃ بیضاء مضربۃ و قلنسوۃ جھرہ وقلنسوۃ ذات اذان یلبسھا فی السفر و ربما وضعھا بین یدیہ اذا صلی۔

اسی روایت میں ابو الشیخ الاصبہانی کے استاذ اور اس کے دو شیوخ احمد بن عیسیٰ القانعی اور سلیمان ابن داؤد السلال کا ترجمہ ہمارے پاس جو مصادر و مراجع ہیں ان میں سے کسی میں نہیں۔ آگے چوتھے نمبر پر بشر ابن یحیی المروزی آتے ہیں۔ یہ بھی سوائے الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم اور کسی کتاب میں تو فی الحال نہیں ملا اور الجرح والتعدیل میں بھی صرف یہ ہے کہ کان صاحب الرأی۔ یہ الفاظ توثیق و تعدیل کے نہیں ہیں۔ لہذا یہ بھی مجہول الحال ہی ہوا۔ پھر مسلم بن سالم کا نمبر آتا ہے۔ یہ بلخی ہیں اور متروک و وضاع ہیں اور جملہ ائمہ محدثین اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ (انظر المیزان واللسان) پھر العرزمی مذکور ہے اور غالب ظن بیقین کے قریب یہ بات ہے کہ یہ محمد بن عبید اللہ ابن ابی سلیمان العرزمی ہیں۔ یہ بھی متروک ہے۔ کما فی التھذیب التقریب للحافظ ابن حجر۔ اس کے بعد عطاء ہے۔ یہ ابن ابی رباح ہے اور یہ ثقہ ہے۔

اب ایسی روایت سے جس کی اسناد (ظلمات بعضھا فوق بعض) کا مصداق ہو استناد کوئی جاہل کرے تو کر سکتا ہے۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے حدیث کے علم سے نوازا ہے وہ اس سے استدلال کی جرأت نہیں کر سکتا۔ واللہ

(الاعتصام لاہور جلد ۴۵۔ شمارہ ۳۰۔ جولائی ۱۹۹۳ء)

واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر

مصنف: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی۔ مقدمہ: مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

- واقعہ کربلا سے متعلق افسانوی کہانیوں کی اصل حقیقت۔
- تاریخ میں دجل و تلبیس کے حیرت انگیز واقعات۔
- اصحابؓ و بنو امیہ سے بغض و حسد کے اسباب۔

تاریخ و سیرت سے دلچسپی رکھنے والے ہر باذوق قاری کے لئے انتہائی اہم کتاب۔!

قیمت ۶۰ روپے

بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

○ راوی پبلشرز۔ الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور

مولانا محمد شاہد تھانوی ۔۔۔۔۔ایک عظیم انسان!

معروف عالم دین، خطیب اور ادیب مولانا محمد شاہد تھانوی ۷ اور ۸ ذی الحج کی درمیان شب انتقال فرما گئے۔
انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا ایک ایسے علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس کی خدمات کا دائرہ پاک و ہند کے اطراف سے لیکر دنیا کے مختلف ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے جہاد کی ابتدائی پلاننگ ان کے پردادا حافظ امیر احمد کے گھر تھانہ بھون میں ہوئی تھی۔ ان کے دادا مولوی سعید احمد علیگڑھ یونیورسٹی میں اسلامیات کے استاد تھے۔ انہوں نے اشاعت اسلام کے جذبہ کے تحت "انجمن تبلیغ الاسلام" کے نام سے ایک تنظیم کی داغ بیل ڈالی تھی اس تنظیم کی کوششوں سے کئی غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی "اخلاق النبی ﷺ" کے نام سے پانچ جلدوں میں ایک تصنیف بھی ان کی یادگار ہے۔

مولانا محمد شاہد تھانوی مرحوم کے والد مولانا محمد احمد تھانوی نے ابتدائی تعلیم تھانہ بھون میں حاصل کی اور دینی علوم کی تکمیل مظاہر العلوم سہارنپور سے کی، بیعت کا سلسلہ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی سے تھا حکیم الامت کے حکم سے کانپور، سیالکوٹ اور کوہاٹ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد سکھر میں انہوں نے جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی بھیل قوم سے تعلق رکھنے والے ہندوؤں کا ایک گاؤں سکھر میں جو کہ آٹھ سو گھرانوں پر مشتمل تھا ان کی کوششوں سے پورا گاؤں مسلمان ہو گیا جس کا اب نام شیر آباد ہے جہاں عظیم الشان جامع مسجد ہے اور نومسلم قوم کے بچے حافظ قرآن بھی ہیں۔

مولانا شاہد تھانوی دسمبر ۱۹۵۰ء میں سکھر میں پیدا ہوئے وہ بے حد ذہین تھے انہوں نے صرف نو سال بارہ دن کی عمر میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کر لی تھی۔ دینی تعلیم ابتداء سے انتہا تک جامعہ اشرفیہ سکھر میں حاصل کی نیز اسلامیہ کالج سکھر سے بی اے اور سندھ یونیورسٹی سے اردو میں ایم اے کیا وہ دس سال جامعہ اشرفیہ سکھر میں فقہ حدیث تفسیر وغیرہ پڑھاتے رہے ۱۹۷۹ء میں سکھر سے کراچی منتقل ہو گئے وہ ماہنامہ جریدہ الاشرف کے مدیر اور جامع مسجد گول مارکیٹ ناظم آباد کے خطیب تھے وہ تحریر کا بھی صاف ستھرا ذوق رکھتے تھے ان کے مضامین مختلف جرائد اور اخبارات میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ مولانا کی زندگی اسلامی تعلیمات اور روایتی اقدار کا اعلیٰ نمونہ تھی ان کا کردار اجلا اور اخلاق مثالی تھا معاملات میں انتہائی صاف اور حسن معاشرت میں بلند مقام پر فائز تھے۔ انہیں دینداری میں پختگی حاصل تھی وہ دین کے معاملے میں کسی قسم کی مداہنت اور مصالحت کے روادار نہ تھے۔ ان کا گھریلو ماحول ہر طرح کی غیر شرعی خرافات سے پاک تھا وہ اپنے بچوں کی اسلامی نہج پر تربیت کے بارے میں بڑے فکرمند رہتے تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی دونوں بیٹے قرآن کریم حفظ کر رہے ہیں ان کی اہلیہ مشہور محدث و مفسر مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی نواسی ہیں یوں انہیں گھریلو ماحول کو پاک صاف رکھنے میں اہلیہ کی طرف سے بھی معاونت حاصل رہی۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے مہمان نواز تھے زندہ دل تھے باوفا تھے اسلامی غیرت سے معمور تھے صاحب زبان اور صاحب قلم تھے ان کی خطابت حق گوئی اور فصاحت و بلاغت سے مزین ہوتی تھی۔ ان کی تحریریں سادگی، روانی اور بے ساختگی لیے ہوتی تھیں ابھی زندگی کی تینتالیس بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ بلاوا آ گیا وہ پسماندگان کو روتا چھوڑ کر بڑی خاموشی سے یکایک دارالبقا کی طرف روانہ ہو گئے اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے۔
(آمین)

غزل

ٹکر دھیرے دھیرے لیتی سارے کس بل جاٹ
آٹا پستے پستے گھستے ہیں چکی کے پاٹ

کالا جادو کیس کسی کے، بکھرا اگنی لاٹ
جوگی جی تم کیا جانو گے اس جادو کی کاٹ

ہم نا دیکھیں ٹوکا ٹاپو گھڑے پہ بہتے جائیں
پنڈت جی تم کیا کرتے ہو من جب ہوت اچاٹ

جنگل بیلے، ڈھاری ڈیرے، بستی بن سب ایک
جس کو چلنا ٹھہرا اس کو کیا ندیا کیا گھاٹ

اچھے تھے جو گھر سے نکلے، جیون میلہ گھومے
جو کوئی بیٹھ رہا۔ کب بیٹھا؟ اس کی نکلی کھاٹ

پریت کے بول میں ایسا جادو رس کی ایسی برکھا
کوئل بیٹھی جیبھ نکالے گونگے سر سمراٹ

پگڑی باندھے، نگری نگری شبد سناتے پھرتے
عابد جی تم پڑھ لکھ کر بھی رہے جاٹ کے جاٹ

پروفیسر عابد صدیق (بہاولپور)

عقلمند اور دور اندیش لوگ؟

میرے مرنے کے بعد میرے بچوں کا کیا ہو گا۔؟----
جو لوگ اس سوال پر غور کرتے ہیں اور حسب توفیق انتظام کرتے ہیں-------
ایسے لوگ دور اندیش اور عقلمند سمجھے جاتے ہیں-----
بچوں کے مرنے کے بعد بچوں کا کیا ہو گا؟-----
اس سوال پر بہت کم لوگ غور کرتے ہیں جب کہ اہم اور اصل سوال یہی ہے ----- ہمارے بچے---- "نیک اور صالح" نہ بن سکے تو خواہ دنیا میں وہ بہت کچھ بن جائیں معاملہ نفع کا نہیں نقصان کا ہی رہا---- دور اندیش اور عقلمند لوگ دنیا سے کہیں زیادہ آخرت کی فکر کرتے ہیں----

آپ بھی اگر عقلمند اور دور اندیش ہیں تو اپنے بچوں کو "نیک صالح" بنانے کی فکر اور تدابیر اختیار کریں-----

بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز سکھاؤ۔ دس برس کا ہو کر نماز نہ پڑھے تو اسے مار کر پڑھاؤ۔ (حدیث نبوی)

"خاموش مبلغ، ـــــــ ملتان

الصحابہ اکیڈمی کا قیام

مدیر: مولانا حسین احمد قریشی

عصرِ حاضر میں اصحابِ رسول علیہم الرضوان کی سیرت و کردار کو عام کرنا اور دشمنانِ ازواج و اصحابِ رسول کا ہر محاذ پر مقابلہ کرنا ہمارا مطمحِ نظر ہے۔

اسی مقصد کے حصول کے لئے ہم نے الصحابہ اکیڈمی کے نام سے کام کا آغاز کر دیا ہے۔

دفتر: الصحابہ اکیڈمی، بھوئی گاڑڈ براستہ فاروقیہ تحصیل حسن ابدال۔ ضلع اٹک۔

رحیم صدیقی (جھنگ)

منقبت سیدنا عثمانؓ

ببارگاہ امیر المومنین، قاتل المشرکین، شہید مظلوم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

"قطعہ"

(۱)

قتل جب عثمان ذوالنورینؓ کا ہونے لگا
زلزلہ آیا زمین کو آسمان رونے لگا
قاتلو اس وقت کیا پیش خدا دو گے جواب
پیش جب وہ انگلیاں قرآن سر ہونے لگا

(۲)

ظلم جو تجھ پر ہوئے وہ کربلا سے کم نہیں
بے کفن لاشہ پڑا ہے کوئی محو غم نہیں
کس قدر مظلومیت تھی آسماں بھی رو پڑا
اہل ایماں پھر بھی وقفِ گریہ وماتم نہیں

منقبت

وہ شخص جس سے فرشتوں کو بھی حیا آئے
پھر اس کے بعد کہاں ایسے پارسا آئے

سناؤں کیا میں تمہیں اسکی بھوک پیاس کا حال
ستم رسیدہ کوئی درد آشنا آئے

لیف جھکا علیؑ اور حسینؓ پہرہ دار
تو کیوں نہ اسکی سلامی کو کربلا آئے

وہی ہے ساری خدائی میں ایک ذوالنورین
اگر نہیں تو کوئی اور دوسرا آئے

سبائیوں نے اسے اس طرح کیا محصور
کہ جیسے باز کے زرغے میں فاختہ آئے

جفا گروں سے تیرا انتقام جاری ہے
ہر ایک سنگ مکافات سے ندا آئے

بکھر گئے سر مصحف ترے لہو کے گلاب
غنیم سمجھے کہ نام و نشان مٹا آئے

بنائے بیعت رضوان و جامع قرآن
جب اس کا ذکر چلے خلد سے ہوا آئے

وہ صبر شکر کا پیکر وہ کشتہ خاموش
اسی چراغ کی پر بزم سے ضیا آئے

ہماری امن پسندی کی شرط یہ بھی ہے
کہ بجز فلاح نہ اب اسکا تذکرہ آئے

مورخین بھی شامل ہیں نکتہ چینوں میں
مگر سفیرؓ محمد پہ حرف کیا آئے

یہ سرگزشت شہادت مگر یہ ایسی ہے
لہو نہ آنکھ میں آئے تو اور کیا آئے

حالیہ بحران میں قادیانی ہاتھ

محمد عبدالغفور

ایک شعر ہے جو ذہن میں لانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ٹھیک سے یاد نہیں آ رہا۔ غالباً کچھ اس طرح سے ہے

فتنہ بساطِ عالم میں جب بھی کوئی اٹھتا ہے
یا تمہاری محفل سے، یا میرے غریب خانہ سے

اس شعر کے بار بار یاد آنے کی وجہ ایک خبر ہے جو حال ہی میں ایک کثیرالاشاعت قومی روزنامے میں شائع ہوئی ہے۔ خبر کا لب لباب کچھ یوں ہے کہ مرزا طاہر نے جو آج کل قادیانی فرقے کا سربراہ ہے۔ اوکاڑہ کے ایک شہری کی وساطت سے منظور احمد وٹو کو دس کروڑ روپے بھیجے ہیں تاکہ پاکستان میں افراتفری، انتشار اور عدم استحکام پیدا کرنے کے لیے جو بھی تحریک اٹھے اس پر خرچ کیے جائیں۔

اس کے بعد یہ خبر بھی منظر عام پر آئی کہ صدر مملکت، جو وفاق کی علامت ہیں، خود بھی قادیانیوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور حال ہی میں انہوں نے معروف قادیانی بیوروکریٹ ایم ایم احمد سے رابطہ کیا ہے یا اس نے صدر مملکت سے ملاقات کی ہے۔

ان خبروں کے بعد ایک معروف انگریزی روزنامے کا اداریہ پڑھنے کو ملا جس میں دھیمی آنچ میں اس "مظلوم" کمیونٹی کا دفاع کیا گیا تھا اور اسے بے ضرر اور بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان واقعات کے بعد علماء کرام کی طرف سے بیانات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس صورتحال سے جو مجموعی تاثر ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ وطن عزیز میں عدم استحکام پیدا کرنے اور اسے مختلف گوشوں سے نقصان پہنچانے کی جب کبھی کوئی کوشش کی گئی ہے اسے قادیانیوں کی طرف سے دامے، درمے، سخنے حمایت حاصل رہی ہے۔ یہ ایک ایسی ٹھوس حقیقت ہے جو اس کمیونٹی کے دفاع میں کی جانے والی تمام تر مساعی کے باوجود اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ وطن عزیز میں رونما ہونے والے زہرہ گداز اور دلفگار واقعات کی پوری کی پوری ذمہ داری اسی ایک فرقہ پر ڈال کر خود بری الذمہ ہو جائیں اور ہنود، یہود و نصاریٰ کی ریشہ دوانیوں کا سرے سے نوٹس ہی نہ لیا جائے اور انہیں درخور اعتنا ہی نہ سمجھا جائے۔

اس کالم کے چھپنے تک وطن عزیز کی حالت نہ جانے کیا سے کیا ہو چکی ہوگی کیونکہ حالات لمحہ بہ لمحہ تیزی سے بدل رہے ہیں لیکن آج یعنی ۱۶ جولائی کو بھی جو حالت ہے اسے اس سطح تک پہنچانے کے لیے دوسروں سے زیادہ تو ہم خود ذمہ دار ہیں اور ہم پر سید ضمیر جعفری کا یہ مصرع پوری طرح صادق آتا ہے۔

اے ارض وطن تیرے سر کی قسم
تیرے دشمن ہم تیرے قاتل ہم

جہاں تک دیگر عوامل کا تعلق ہے تو ہنود و یہود کی ریشہ دوانیوں میں اگر وہ حماقتیں بھی جمع کر لی جائیں جو ہم نے من حیث القوم خود کی ہیں تو باقی جو بچتا ہے وہ قادیانیوں کی سازشیں ہیں۔ خواہ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے۔ میری ذاتی رائے شروع سے یہ رہی ہے کہ پورے عالم اسلام میں بالعموم اور وطن عزیز میں بالخصوص جب کبھی کوئی فتنہ برپا ہوتا ہے۔ اس میں قادیانیوں کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے اور فتنہ برپا کرنے والوں کو ان کی اشیرباد ضرور حاصل ہوتی ہے۔ عادت سے مجبور ہو کر ہم اسے خفیہ ہاتھ بھی کہہ لیتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس مخصوص فرقے کی ناقابل تغیر فطرت ہی یہ ہے کہ اپنی سرگرمیاں زیر زمین جاری رکھتا ہے اور پس منظر میں رہ کر عالم اسلام اور خاص طور پر پاکستان کو گزند پہنچانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

اب سوال کیا جا سکتا ہے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ قادیانی فی الواقع اسلام، عالم اسلام اور پاکستان کے دشمن ہیں؟ اس کے جواب میں اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ جو مذاہب، قومیں اور ممالک پاکستان کے کھلے دشمن ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ ان کے ہاں قادیانیوں کی پذیرائی ہوتی ہے یا نہیں۔ مثال کے طور پر یہودیوں اور ان کے وطن اسرائیل کی پاکستان دشمنی میں کیسے شک ہو سکتا ہے اور اسرائیل جس طرح کھلے دل سے قادیانیوں کو خوش آمدید کہتا ہے وہ کس سے پوشیدہ ہے؟ اسی طرح قادیانی،

برطانیہ' امریکہ اور یورپی ممالک میں جب جانا چاہیں بڑی آسانی سے جا سکتے ہیں۔ ویزے کا حصول ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں۔
اب ذرا منطقی پہلو سے اس مسئلے کا جائزہ لیں۔ اصول کی بات یہ ہے کہ:

دوست کا دوست ------ دوست ہوتا ہے
دشمن کا دشمن ------ دوست ہوتا ہے
دشمن کا دوست ----- دشمن ہوتا ہے

اب یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ اسلام اور پاکستان کے دشمن جہاں کہیں اور جس صورت میں بھی ہیں' قادیانیوں کے دوست ہیں۔ بہی خواہ ہیں اور ان کے سرپرست ہیں اسی طرح قادیانی ان کے حلیف ہیں بلکہ کس حد تک آلہ کار ہیں۔ البتہ یہ ہنود و یہود و نصاریٰ سے اس وجہ سے زیادہ خطرناک ہیں کہ انہوں نے اپنے اوپر اسلام کا لیبل لگا رکھا ہے۔ لیکن دشمنانِ اسلام سے مل کر انہوں نے یہ ثابت کر دیا ہے "الکفر و ملتہ واحد" اور اسلام کے خلاف اصل میں یہ ایک ہیں' باہم دگر حلیف ہیں اور اسلام اور پاکستان کے خلاف مل کر صف آرا ہیں۔ پاکستان کے اندر رہتے ہوئے یہ ہمیشہ اپنا وزن اس سیاسی پارٹی کے پلڑے میں ڈالتے ہیں جو ان کے خیال میں اسلام سے دور اور وطن عزیز کی سالمیت اور یکجہتی میں کم سے کم دلچسپی رکھنے والی ہو۔ اب یہ دیکھنا ہمارا کام ہے کہ قادیانی کون سی سیاسی جماعت کو انتخابات میں کامیاب کرانے کے لیے عملی جدوجہد کرتے ہیں۔ وہ کون سی سیاسی شخصیت یا سیاسی جماعت ہے جس کے لیے' راجیو گاندھی' سٹیفن سولارز اور مارک سیگل جیسے دشمنان اسلام واشگاف الفاظ میں کہا کرتے تھے کہ اگر ان کا ووٹ پاکستان میں ہوتا تو وہ فلاں سیاسی شخصیت اور اس کی پارٹی کے حق میں استعمال کرتے۔ اس پر بھی اگر ہماری آنکھیں نہ کھلیں تو اسے بد قسمتی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے؟

اب جب کہ پاکستان تھوڑا بہت ترقی کی راہ پر چل نکلا تھا اور بیرونی بیڑیاں دھیرے دھیرے توڑنے لگا تھا۔ یہ بات ان دین اور وطن دشمنوں کو ایک آنکھ نہ بھائی اور وطن عزیز کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کے لیے ساری مخالف قوتیں مجتمع ہو گئیں۔ جب وفاق میں شامل یونٹیں ہی مرکز پر یلغار کر دیں' دھاوا بول دیں۔ صریح غنڈہ گردی کا مظاہرہ کریں تو پھر کہاں کا وطن' کیسا ملک' کیسی حکومت؟ یا خدا۔ یہ دن دیکھنا بھی ہماری قسمت میں لکھا تھا کیا؟

اسلام کے مقابلے میں تمام غیر مسلم ایک ہیں۔ سب متحد ہیں۔ اسلام کو کسی قسم کا گزند پہنچے تو تمام خوش ہوتے ہیں۔ عالم اسلام کو کوئی کامیابی حاصل ہو تو سب کے ہاں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔

سورہ آل عمران کی آیات ۱۱۸ سے ۱۲۰ اور پھر سورہ النساء کی آیت نمبر ۱۴۴ میں بھی خاص طور پر اہل ایمان کو کفار کے ساتھ دوستی سے منع کیا گیا ہے۔

اب جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے قادیانیوں کو چھوڑ کر ہنود' یہود و نصاریٰ سے اس کا براہ راست تصادم تو نہیں لیکن وطن عزیز میں اس نے اپنے گماشتے ضرور چھوڑ رکھے ہیں جو ان کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ اور وطن عزیز کو افتراق و انتشار سے دوچار کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ان عناصر کی شناخت کوئی ایسی مشکل بھی نہیں جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے آپ کو اسرائیل سے اس کی ایجنسی موساد سے بھارت سے اور اس کی ایجنسی اے یا بھارتیہ جنتا پارٹی' شیو سینا اور بھارت کے بدنام متعصب ہندو لیڈر ایل کے ایڈوانی سے' امریکہ کے سٹیفن سولارز' مارک سیگل سے گالبر-تھ اور اسی طرح کے یہودی اور یہود نواز لیڈروں بشمول مرزا طاہر قادیانی سے صرف اتنا پوچھنا ہے کہ وہ پاکستان میں کون سی سیاسی پارٹی اور کس لیڈر کی حکومت دیکھنا پسند کریں گے؟ سو فیصد امکان ہے کہ ان سب کا جواب ایک ہی ہو گا۔ تو گویا ہم ایک طرح سے اس پارٹی کے ہاتھوں میں کھیل کر' اس کی قائد کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر ہنود و یہود کا کھیل کھیل رہے ہیں جن سے دوستی کرنے سے ہمیں کتاب مبین میں منع کیا گیا ہے۔

اتنا کچھ لکھنے کے بعد میرے خیال میں اب پارٹی اور اس کے قائد کا نام لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ۔
خوشتر آں باشد کہ سرِ "دلبراں" گفتہ آید در حدیث دیگراں۔

بشکریہ
ہفت روزہ "زندگی" لاہور
۲۴ر تا ۳۰ر جولائی ۱۹۹۳ء

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے۔

سید محمد ذوالکفل بخاری۔

O مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کی دینی ذمہ داریاں

O مصنف: ابو عمار زاہد الراشدی

O ناشر: الشریعہ اکیڈمی مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

O ضخامت: ۸۷ صفحات

O کتابت طباعت: عمدہ قیمت: ۲۰ روپے پاکستانی

اس میں کلام نہیں کہ مغرب اور مشرق کا باہمی بُعد، تفاوت اور تقابل ---- واقعی ہے۔ لیکن اس کی حقیقی بنیاد جغرافیے سے زیادہ نظریئے پر استوار ہے۔ حیات و کائنات سے وابستہ اور مذہب و تمدن سے پیوستہ سبھی تصورات، اصول اور عقائد میں اگر اختلاف، تضاد اور تصادم کی کیفیت صدیوں سے مستقلاً موجود ہے تو اس کا سبب وہ شعور ہے جو مشرق اور مغرب سے نہیں، دین اور لادینیت سے عبارت ہے یعنی (عصر حاضر کے ایک بزرگ مصلح اور مدبّر ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ میں) یہ سیدھی سیدھی "اسلامیت" اور "مغربیت" کی کشمکش ہے۔ جس کا ہم مسلمانوں کو اس وقت سامنا ہے اور اس آزمائش و ابتلاء کی گھڑیاں جوں جوں طویل ہو رہی ہیں توں توں شدید اور سخت بھی ہو رہی ہیں۔ پھر وہ مسلمان جن کے قلوب یا قدوم مغرب میں جا لگے ہیں خاص طور پر "زرغۂ اعداء" میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔

ایسے وقت میں صحیح سمت میں غور و فکر، صحیح سمت میں حرکت و عمل اور صحیح سمت میں رہنمائی کی ضرورت کو پورا کرنا امت کے اصحابِ علم و دانش کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اس اعتبار سے مولانا زاہد الراشدی کی یہ تازہ کتاب بہت وقیع اور بہت بروقت ہے۔ علماء کرام، دانشور، عام مغربی مسلمان اور ان کی نئی نسل کے حوالے سے الگ الگ عنوان کے تحت مولانا نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم سب کی فوری توجہ کا مستحق ہے۔

O "تاریخ شاہی" نمبر ------ ماہنامہ "ندائے شاہی" مراد آباد (انڈیا)

O مرتب: محمد سلمان منصور پوری

O ناشر: جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

O ضخامت: ۶۴۸ صفحات

O قیمت (بھارت میں): ۷۰ روپے

ہندوستان پاکستان کے جن شہروں کو ہمارے اس خطہ میں غیر معمولی شہرت اور امتیاز حاصل رہا ہے مراد آباد انہی میں سے ایک ہے۔ مراد آباد کی ایک وجہ شہرت یہ مدرسہ شاہی بھی ہے جس کی بنیاد ۱۸۷۸ء میں حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے رکھی تھی۔ اکابر علماء ہند کی سرپرستی میں ترقی کے زینے طے کرتا یہ ادارہ آج بھی خدمتِ دین میں مصروف ہے۔ اس ادارے کی خدمات کا تفصیلی تعارف جس محنت سے ماہنامہ "ندائے شاہی" کی اس خاص اشاعت میں محفوظ کیا گیا ہے۔ وہ لائق داد ہے۔

مدرسہ شاہی کے تعارف کے ضمن میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اس کے مستفیدین میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ اور حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ اور اس کے فضلاء میں مولانا سید حامد میاںؒ اور مولانا مفتی محمودؒ جیسے مشاہیر اہلِ علم کے نام آتے ہیں۔

امیرِ معاویہ نمبر---- ماہنامہ "تعلیم القرآن" راولپنڈی

O مدیر و مرتب: مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی

O ناشر: دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

O ضخامت ۶۰ا صفحات

O کتابت طباعت: متوسط

O قیمت: ۱۵ روپے

نور نگاہِ سیدہ ہندہؓ کا مرتبہ
کوئی بھی ہو کسی سے گھٹایا نہ جائے گا
واجب ہوا ہے ہم پہ دفاعِ معاویہؓ
دامن معاویہؓ کا چھڑایا نہ جائے گا

یہ اشعار جو حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ نے کوئی تیس پینتیس برس ادھر لکھے تھے ہمیں یوں یاد آگئے کہ جب یہ اشعار لکھے گئے تھے تب ہمارے یہاں اس بات کا تصور بھی محال تھا کہ کوئی دینی جریدہ سیدنا امیر معاویہؓ کی حیات و خدمات اور ان کے مقام و منصب کے بیان کے لئے کسی اشاعتِ خاص کا اہتمام کرے۔ آج جب سیدنا امیر معاویہؓ کی عظمتوں کے اعتراف کی اس انداز سے اہلِ سنت علماء کو توفیق ہوتی ہے تو ہمارے نشاط وانبساط کا عجیب عالم ہوتا ہے۔ ایک تہائی صدی بیت گئی اس بات کو جب اس ملک میں اللہ کے ایک عظیم بندے نے جسے لوگ "ابو معاویہ ابوذر بخاری" (مدظلہ) کے نام سے جانتے ہیں دفاعِ معاویہؓ کو ایک نعرہ، ایک مشن، ایک تحریک اور ایک عنوانِ جہاد بنا دیا تھا۔ تب اس تحریک کو اسی جور و تشدد اور دشنام و الزام کا سامنا بھی کرنا پڑا تھا۔ جو ہمیشہ کے لئے اہلِ حق اور اہل عزیمت کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔ اُس دور میں ابلیس خصلت اربابِ اختیار اور منافقت زاد سبائیوں کی ہمنوائی میں ان لوگوں نے بھی ناموسِ صحابہ کے تحفظ کی اس مقدس جدوجہد کو فساد، بدعت اور گمراہی کہا جو اپنے تئیں حق و صداقت کے موروثی امین و پاسدار اور رشد و ہدایت کے موروثی اجارہ دار ہو کر

بنے ٹھنے پھرتے تھے اور جن لوگوں نے مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں میں علم و تحقیق اور فہم و بصیرت کا قحط پیدا کر دیا تھا۔ ان ہوس کے بندوں کی اسی روش کا یہ شاخسانہ تھا کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں علم کے بیڑ سے تہذیب کے جتنے بھی بندر اترے وہ "مودودیت" کو حرز جاں بنائے ہوئے ہوتے یا "پرویزیت" کو ورد زباں! یہی وہ "مثالی ماحول" تھا جس نے اس ملک میں اشتراکی کوچہ گردوں کی شورش اور سبائی فتنہ پردازوں کی یورش کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ایسے مسموم ماحول میں اہلِ سنت میں دین کی غیرت، عقیدے کا شعور اور عمل کا جذبہ اگر ختم نہ کیا جاسکا تو اسکے اسباب کو ضرور سوچنا اور کھوجنا چاہیئے۔ نفس الامری حقیقت یہ ہے کہ یہ اسی مقدس تحریک (مدح و دفاعِ صحابہ) کے اثرات و برکات ہیں کہ آج پاکستان کو ایران بنانا سہل نہیں رہا۔ مجلسِ احرارِ اسلام کی تحریک مدح صحابہ (لکھنؤ) کو تو ۱۹۳۶ء میں بھی بہت سے ابلہانِ مسجد اور فرزندانِ تہذیب نے فتنہ اور گمراہی قرار دیا تھا۔ اور جب مجاہدینِ تحریک نے فرنگی استعمار اور اس کے سبائی زلہ خواروں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تو وہی "علماء اس کامیابی کو اپنی کامیابی باور کرانے پر کمر بستہ ہو گئے۔ اسی طرح ۱۹۶۲ء میں جب مجلسِ احرار نے ملتان میں پہلا "یوم معاویہؓ" منایا تو جملہ "علماءِ حق" نے اپنی تاریخ کو بکمال و تمام دہرایا۔ ملتان سے دہلی تک پھیلی ہوئی ان کی روسیاہی کی یہ داستان طویل بھی ہے اور عبرت ناک بھی! الحمدللہ کہ اسوۂ رسول اور اسوۂ آل و ازواج و اصحابِ رسول کی روشنی سے اہلِ سنت کے دل و دماغ برابر منور ہو رہے ہیں۔ اور روشنی کے نقیب سر خرو ہو رہے ہیں کہ اب ایک فرد اور ایک جماعت کی بجائے بہت سے افراد اور بہت سی جماعتیں اس دینی فریضے کی ادائیگی میں مشغول ہیں۔

ماہنامہ "تعلیم القرآن" کا "امیر معاویہؓ نمبر" دیکھ کر جی بہت خوش ہوا۔ سیدنا معاویہؓ کی شخصیت و کردار، مقام و مرتبے، تدبر و سیاست، فتوحات و خدمات، اجتہادی اقدامات، تفقہ و تورع، تحمل و بردباری، فضائل و اعزازات، انفرادی خصوصیات اور ان کی خلافت راشدہ کے حوالے سے بہت بھرپور اور بہت قیمتی مقالات یکجا شائع کر دیئے گئے ہیں۔ خصوصاً حضرت مولانا عامر عثمانیؒ، مولانا جعفر شاہ پھلواریؒ، مولانا عبدالعلی فاروقی (نبیرۂ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ) اور مولانا محمد حسین شاہ نیلوی کے آثارِ خامہ، معرکۃ الآرا ہیں۔

ہم مجلہ کے مدیر مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی کو مبارکباد بھی پیش کرتے ہیں اور ان سے گذارش بھی کرتے ہیں کہ یہ سلسلہ ضرور جاری رکھیں۔ سیدنا معاویہؓ کی ذات والاصفات پر تو اردو میں ہی گزشتہ برسوں میں اچھا خاصا مواد سامنے آچکا ہے۔ اس سے استفادہ اور موجودہ نمبر میں بھی جن کمیوں اور کمزوریوں سے مدیر موصوف مطلع ہوئے ہیں ان کی اصلاح کے بعد کم از کم ایک اور اشاعت کا اہتمام فرمائیں۔

بقیہ از صفحہ ۵۴

شاہ جیؒ کے ساتھ بندہ بھی باگڑ سرگانہ جلسے میں شرکت کے لئے جا پہنچا۔ شاہ جی ایک پلنگ پر تشریف فرما ہوئے۔ ارد گرد سب عقیدت مند بیٹھ گئے۔ ایک دیہاتی ملنے کے لئے آیا وہ چند قدم ابھی دور ہی تھا کہ جیب سے تسبیح نکال کر اللہ اللہ پکارتا ہوا مصافحہ کرنے لگا۔ شاہ جیؒ نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔ پاس ہی حافظ محمد حسین صاحبؒ (خطیب مسجد پیر مبارکؒ عبدالحکیم) کی ایک تھیلی میں لمبی تسبیح رکھی ہوئی تھی۔ شاہ جیؒ نے تھیلی سے تسبیح بھی نکالنی شروع کی اور ساتھ ساتھ کہنا شروع کیا۔ "لوکاں دیا جپالیاں دے باسیئے دا جپاں۔ ساری عمراں تسبیح ماری ہک نہ پٹیا وال۔ چھینا انج چھڑیندا یار چھینا انج چھڑیندا یار۔ مجمع سارا ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ اور شاہ جیؒ بار بار۔ چھینا انج چھڑیندا یار۔۔۔۔۔۔ دراصل یہ اس ریاکاری پر نہایت لطیف انداز میں طنز تھا۔

رازی پاکستانی (لندن)۔

شاہ جی سے وابستہ یادیں

محترم رازی پاکستانی حضرت امیرِ شریعت کے ارادت مندوں میں سے ہیں۔ اپنے زمانۂ طالب علمی میں شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ انہوں نے شاہ جی سے آٹوگراف بھی لیا اور اس موقع پر لکھتے ہوئے شاہ جی کی تصویر بھی بنائی۔ مرحوم آغا شورش کاشمیری سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ شاہ جی کی یہی تصویر اور آٹوگراف شورش مرحوم نے شاہ جی کی سوانح حیات کے پہلے ایڈیشن میں شائع بھی کئے۔ رازی ان دنوں لندن میں مقیم ہیں۔ میرا ان سے قلمی رابطہ ہے مگر ملاقات سے محروم ہوں۔ ان کی عنایت ہے کہ میری درخواست پر ذیل کی سطور انہوں نے لکھ بھیجیں اور شاہ جی کی وہ تصویر بھی عطاء فرمائی جو ان کی ایک چینی کلاس فیلو نے ہانگ کانگ میں بنائی تھی۔ رازی صاحب کے شکریہ کے ساتھ ان کی تحریر قارئین کی نذر کرتا ہوں۔ (مدیر)

۱۹۵۳ء میں جب ختمِ نبوت کی تحریک زوروں پر تھی دوسرے شہروں کی طرح ہمارے شہر میانچنوں میں بھی سر ظفر اللہ کی وزارتِ خارجہ سے سبکدوشی اور میرزائیوں کو اقلیت قرار دلوانے کے لئے جلسے، جلوس نکل رہے تھے۔ شہر کے بزرگ عالمِ دین مولانا محمد ابراہیم جگرانویؒ، چوہدری محمد طفیل شاہین (اب اسکاٹ لینڈ کی مشہور کاروباری شخصیت) اور ملک محمد منور وغیرہ گرفتار ہو چکے تھے۔ میں تو ہانگ کانگ کے لئے تیاری کر رہا تھا۔ کالج کے باقی ساتھی بشیر خاور کی معیت میں مختلف کالجوں کی ایک انجمن بنا کر گرفتاریاں دینے کی کوشش میں تھے۔ پنجاب کے سابق وزیرِ اعلیٰ (وائیں) کے ذاتی حجام کا تعلق قادیان سے تھا۔ شہر کے نوجوان طلباء اکٹھے ہو کر ان سے ختمِ نبوت کے متعلق سوال کرتے۔ انہی دنوں ملتان کے تھانہ کپ میں کسی پولیس انچارج کی جلد بازی سے گولی چل گئی۔ کئی جانوں کا نقصان ہوا تو درویش شاعر ساغر صدیقی نے معرکتہ الآرا نظم لکھی۔

بیٹے کہاں ہیں میرے، ملتان پوچھتا ہے؟
کیوں چھا گئے اندھیرے، ملتان پوچھتا ہے؟

تب ہم شاہ جی سے ملنے ملتان گئے تھے۔ میں نے اب تک ان کو دور سے دیکھا تھا بہت پہلے ان کی تقریریں خیر المدارس جالندھر کے سالانہ اجلاس میں والد صاحب کی معیت میں سنی تھی۔ ان دنوں اتنی سوجھ بوجھ تو نہیں تھی لیکن شاہ جیؒ یا قاضی احسان احمدؒ کی باتیں اچھی لگتی تھیں۔ اور آج ہم اس عظیم شخص کے ہاں بن بلائے مہمان بنے بیٹھے تھے۔ اور وہ شخص زندگی بھر کے تجربے اور پوری بزرگانہ شان کے باوصف آمنے سامنے بیٹھے اٹھارہ بیس سال کے کھلنڈرے سے لڑکوں سے گھل مل کر باتیں کر رہا تھا۔ اور مختلف کالجوں کے یہ طالب علم بھی شاہ جی کو اپنا سمجھ کر کھلی کھلی باتیں کر رہے تھے۔ اب وہ عظیم انسان ہمیں چائے پلانے پر اصرار کر رہا تھا۔ تب یوں ہی کہیں مولینا ابوالکلام آزاد کی غبارِ خاطر والی چائے کا ذکر ہوا! تو انہوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھنا تو، وہ چائے شاید چین میں ملتی ہو؟ اس کے بعد میں ہانگ کانگ چلا گیا۔ وہاں کبھی کبھار چینی دوستوں کے ساتھ کسی کیفے میں ایسی چائے

بغیر دودھ اور شکر کے، پیتے تو شاہ جیؒ کی بات یاد آجاتی۔

پیکنگ میں پاکستان کے پہلے قونصلر شیخ تاج الدین اب ہانگ کانگ میں مقیم تھے۔ ان سے مشورہ کے بعد میں نے پاکستانی سفارتخانہ کے ایک صاحب کی معرفت وہ خاص چائے شنگھائی یا پیکنگ سے منگوالی۔ پارسل سے بھیج رہا تھا کہ کامریڈ مبارک ساغر اور ابو سعید انور ہانگ کانگ پہنچ گئے۔ وہ دفتر "چٹان" سے میرا ایڈریس اور فون نمبر لے آئے تھے۔ بہرحال وہ چائے شاہ جی کو پہنچ گئی۔

۱۹۵۶ء میں واپس ملک آیا تو دوستوں کے ساتھ شاہ جی کے ہاں حاضری دی۔ وہ چائے کی بات کرنے ہی لگے تھے کہ میں نے جرأت سے کام لے کر کہا کہ نہ تو آپ "اس غیر ضروری شے" کے لئے شکریہ ادا کریں اور نہ ہی آپ ایسے "جفاکش انسان" کو مولانا آزاد کی پیروی میں آئندہ کے لئے ایسے چسکوں میں پڑنا چاہیئے۔ (میں نے آغا شورش سے اتنے قریبی تعلقات کے باجود ان کی تقریر کبھی نہیں سنی۔ لاہور میں میرا قیام ۱۹۵۶ء میں آغا صاحب کے ہاں تھا۔ وہ ہر کسی کو "میرا بھائی ہانگ کانگ سے آیا ہوا رازی" سے تعارف کراتے تھے۔ ہماری یہ پہلی ملاقات تھی۔ ان کے بعد بھی خاندان سے یہ رشتہ اب تک قائم ہے) لاہور واپس آکر میں یہ بات آغا صاحب کو بتا رہا تھا تو حمید نظامی اور شیخ حامد محمود بھی وہاں بیٹھے تھے۔ شورش پوچھتے تھے کہ شاہ جی نے تب کیا کہا۔ میں نے کہا کہ اس عظیم شخص کی وہی مسکراہٹ تھی۔ جس سے آپ بھی شناسا ہوں گے۔ (پنجابی میں کہی گئی بات سے الفاظ تو بدل ہی جاتے ہیں)

اس دن شاہ جی نے مجھے اور میرے بھائی اکرام آصفی کو بھی آٹو گراف دیئے تھے۔ اکرام کی آٹو گراف بک پر انہوں نے یہ شعر تحریر فرمایا کہ:

کانٹوں میں ہے گھرا ہوا چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھلا ہی پڑتا ہے، کیا خوش مزاج ہے

میں نے روسی کیمرہ سے ان کی تصویریں بھی لی تھیں اوروں کو تو سختی سے منع کر دیا کرتے تھے لیکن میرے "غیر ملکی" ہونے اور آغا شورش کی وجہ سے وہ ٹال سا گئے تھے۔ انہیں دنوں مظفر گڑھ کے ڈپٹی کمشنر مسعود کھدر پوش نے ان کی کوئی تصویر یا باتیں ٹیپ کر لی تھیں۔ شاہ جی نے اپنی باتیں ٹیپ شدہ سنیں تو میرے اندازے کے مطابق کافی متاثر ہوئے تھے۔ مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ تم بھی ایسا آکہ لائے ہو؟

میں شاہ جی کو بتا رہا تھا کہ میں نے قیامِ پاکستان سے پہلے بارہ تیرہ سال کی عمر میں ان کی تقریریں سنی تھیں۔ اور ایک جلسہ میں انہوں نے "کنکاں دیاں فصلاں پکیاں نیں" کی بڑی لمبی تشریح کی تھی۔ وہ عظیم انسان شاید اس وقت کو یاد کر کے مسکرا رہا تھا۔ مجھ سے کہنے لگے تم ذہین بھی ہو اور شرارتی بھی۔ علم ختم نہیں ہوتا بہت ہی زیادہ علم حاصل کرنا۔ تم واپس لوٹو گے تو شاید ہم نہیں ہوں گے۔ لیکن جہاں کہیں بھی رہو مذہب، ملک اور قوم کو یاد رکھنا۔

اس ملاقات میں میرے کالج کے ساتھی جو محکمہ بحالیات ملتان میں متعین تھے ہمراہ تھے۔ وہ شاہ جی کو کسی بہتر علاقے میں اچھا مکان الاٹ کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ لیکن اشارۃً کہی گئی بات کا جواب بھی نفی میں ملا تو سب خاموش ہو رہے۔ حالانکہ ملتان کے وہ چار پانچ دوست کچے مکان کو کوٹھی میں تبدیل کر سکتے تھے۔

میں نے شاہ جی سے ان کی ایک تصویر کا ذکر کیا جو ہانگ کانگ میں میری ایک چینی کلاس فیلو نے بنائی تھی۔ تو انہوں نے فارسی کا ایک مصرع کہا کہ بازی بازی۔۔۔۔۔۔۔ ترجمہ شاید ایسے تھا کہ (ہم بوڑھے لوگوں کی داڑھیوں سے کھیلو) بہر حال وہی تصویر شاہ جی کے نواسے سید محمد کفیل بخاری صاحب کو میں بھجوا چکا ہوں۔ اب تو یادیں باقی ہیں۔۔۔ جب تک زندہ ہیں شاہ جی یاد آتے رہیں گے۔

جمہوریت نواز حکمران

توجہ فرمائیں!

سواد اعظم اہل سنت کے خلاف غیر جمہوری جسارت؟ ایرانی در آمدی دین کی غیر اسلامی رسوم عزاداری کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے آبائی مولد و وطن میں بھی محدود عبادت خانوں کے اندر ہی ادا کی جاتی ہیں۔ آنجہانی علامہ خمینی جو اہل تشیع کے نزدیک روح اللہ مشہور و معروف ہیں کا ایک حقیقت پسندانہ بیان چند سال قبل اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ عزاداروں کو اپنے مقام پر امام باڑوں کے اندر رہ کر مروجہ رسوم ادا کرنا چاہئیں۔ اگر مذکورہ رسوم کی کوئی مذہبی حیثیت ہے تو تمام مذہبی عبادات مخصوص عبادت گاہوں میں ہی ادا کی جاتی ہیں، مگر جمہوریت کی آڑ میں چنگیزیت افسوس کا مقام ہے۔ عموماً عزادار غیر جمہوری انداز میں عام مسلمانوں کے محلوں بازاروں گلیوں اور مساجد کے سامنے دل آزاری اور اشتعال انگیزی کے مظاہروں پر مصر ہیں جمہوریت نواز حکمرانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ سواد اعظم اہل سنت کے مذہبی جذبات اور حقوق کے خلاف ایک اقلیتی سبائی ٹولہ کو جبراً مسلط کرنے کی ناپاک پالیسی پر نظر ثانی فرمائیں۔

آداب و اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ اقلیتوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے تجاوز اور غیر قانونی اقدامات و اشتعال انگیزی سے روکا جائے اور عزاداری کو امام باڑوں تک ہی محدود رکھا جائے۔ خمینی کی تعلیمات وصیت اور نصیحت پر عمل در آمد کا پورا پورا اہتمام فرقہ وارانہ کشیدگی کے انسداد اور اندیشہ کا بہترین حل ہے

(المرسل عبدالواحد بیگ المرحوم پینٹر محلہ سادات دہلی گیٹ ملتان)

وہ شخص جو حدیقۂ دیں کی بہار تھا

وہ شخص جو حدیقۂ دیں کی بہار تھا اللہ کی عطا، شریعت مدار تھا
شعلہ بھی تھا، شعاع تھا، برق و شرار تھا مانندِ شیرِ نر تھا، فرنگی شکار تھا
ابلیسیوں پہ اس کے تریڑے شہاب وار
یوں پڑ رہے تھے جیسے بتوں پر خدائی مار

جو مٹ کے بھی کبھی نہ مٹے وہ نشان تھا جو کٹ کے بھی کبھی نہ رُکے وہ زبان تھا
ابنائے دیں کے حق میں ردائے امان تھا اعدائے دیں کے حق میں کڑکتی کمان تھا
دُشمن مَچان پر تھے مگر ہانپتے ہوئے
اپنے لہو سے اپنے قبر ڈھانپتے ہوئے

وہ شخص تھا سپہرِ خطابت کا آفتاب مٹھی میں جس کی موم صفت، شیخ ہوں کہ شاب
لفظوں کا بادشاہ، تراکیب کا شباب لہجے میں رس، بیاں میں قیامت کا اِلتہاب
اس کے سخن میں شعلہ و شبنم تھے یوں بہم
"کالطیر فی الحدیقۃ و اللیث فی الاجم"

وہ طنطنہ کے ارض و سما بولنے لگیں! بے جاں پرند لفظوں کے پر تولنے لگیں
جب حرف و صوت اپنے صدف کھولنے لگیں پھر لب، کہ بے تکان گہر رولنے لگیں
تکرارِ لفظ وہ کہ بیاں کو خبر نہ ہو
گویا وہ تیغ جس کی میاں کو خبر نہ ہو

تو کیا گیا مزاجِ حکومت بگڑ گیا تو کیا گیا کہ نخلِ شجاعت اکھڑ گیا
یوں لگ رہا ہے، قحط سا جذبوں کا پڑ گیا تو کیا اُٹھا کہ فرقِ خطابت اُجڑ گیا
یہ وضع دفن ہو گئی ہمرہ جناب کے
"اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے"

پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی (لاہور)

سیّدنا عطاء اللہ شاہ بخاری

بہاریں پھوٹتی تھیں اُن کے انداز تکلم سے
خطیب سحر ساماں تھے، جلیس محفل آرا تھے
وہ جب ترتیل کرتے تھے گمانِ وحی ہوتا تھا
تلفظ میں وہ کامل، حسنِ قرأت میں وہ یکتا تھے
شریعت کا امیر اُن کو کہا جاتا ہے تو سچ ہے
کہ شرع و دیں کے اسرار ان کے نطق پر وا تھے
نبی تسلیم کر لیتے وہ کیسے قادیانی کو
نقوشِ پائے ختم المرسلیں پر وہ جبیں سا تھے
نظر بندی رہی ان کا مقدر فصلِ گل میں بھی
اگرچہ وہ چمن کے عندلیبِ نغمہ پیرا تھے
پڑا تھا قوم کی طبعِ مکدر کا غبار ان پر

بہارستان تھے پہلے بالآخر ایک صحرا تھے
نہیں سمجھے ہیں ہم مفہوم اب تک ان کے نغموں کا
وہ تھے تو نے نفس جعفر مگر خاموش گویا تھے

جعفر بلوچ

سید ماجد علی شاہ
لاہور

مجھے یاد ہے ذرا ذرا

سید ماجد علی شاہ صاحب، حضرت امیر شریعت کی اہلیہ مرحومہ کے سگے تایا زاد ہیں۔ اسی ناطے وہ اُنہیں آپا جی کہہ کر پکارتے اسی طرح حضرت امیر شریعت کو بھائی جان کہتے۔ قیام پاکستان کے وقت امرتسر سے اُجڑ کر لاہور آئے تو پھر یہیں کے ہو رہے۔ آج کل لاہور میں سرکاری ملازم ہیں ذیل کی تحریر اُن کے ذاتی تجربے اور مشاہدے کے حوالے سے ایک تاثراتی کہانی ہے۔ (مدیر)

جب بھی میں اپنے ماضی میں جھانکتا ہوں تو ایک تصویر ہمیشہ مجھے صاف دکھائی دیتی ہے۔ تصویر کیا ہے۔ میری بپتا ہے۔ آپ بیتی ہے۔ میرے بچپن کی کہانی ہے۔ ایک حقیقت ہے جو میرے دل پر نقش ہے۔

ایک بیوہ خاتون کے اوپر تلے کے پانچ بچے ہیں۔ غربت اور کسمپرسی میں لپٹے ہوئے۔۔۔۔ انکے اردگرد کے لوگ اپنے اپنے حال میں مست ہیں۔ بیوہ خاتون اپنے ماں باپ کے جدی گھر (امرتسر) میں اپنے بچوں کو چھپا کر بیٹھی ہے۔ اس بے سہارا خاندان پر کیا گزرتی ہے؟ کس طرح اس معاشرہ میں وہ گذر بسر کرتا ہے؟ کن کن کرداروں کے ساتھ اُس کا واسطہ پڑتا ہے؟ یہ اور اس قسم کے بے شمار سوالات جب میرے ذہن میں ابھرتے ہیں تو اس وقت مجھے امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ جو رشتے میں میرے بہنوئی ہیں۔ بہت یاد آتے ہیں۔ ان کے عظیم کردار، اُنکی بے لوث اور بے غرض محبت کو میں عمر کے اس حصے میں بھی نہیں بھلا سکتا اور آخر دم تک نہ بھلا سکوں گا۔

ایک بے رحم معاشرہ میں عمومی رویہ یہی ہوتا ہے کہ جو شخص اس قسم کے حالات سے دوچار ہو۔ اُسکے دولت مند رشتہ دار افلاس کی اس کیفیت پر ہنستے ہیں۔ یہی صورت حال اس بیوہ خاتون (میری والدہ ماجدہ مرحومہ) کو پیش آئی۔ خاندان کے کھاتے پیتے لوگ انکی اس مفلوک الحالی پر نہ صرف ہنسے بلکہ انہیں اپنا عزیز سمجھنا بھی چھوڑ دیا۔

اس ماحول میں خاندان کے جس شخص نے ہمارا ہاتھ پکڑا وہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے۔ یہ منظر آج بھی میرے ذہن میں گھوم رہا ہے۔ شاہ جی کے امرتسر والے مکان میں بیٹھا میں قرآن شریف کا سبق یاد کرنے کی لایعنی سی کوشش کر رہا ہوں۔ آپا جی کی طرف سے خوفزدہ ہوں کہ سبق یاد نہ ہوا تو سزا ملے گی۔ اسی دوران پیر جی (شاہ جی کے سب سے چھوٹے فرزند سید عطاء المہیمن جنہیں پیار سے سب گھر والے پیر جی کہتے ہیں) کو میں نے گود میں لیا ہوا ہے اور سلانے کیلئے لوریاں بھی دے رہا ہوں۔ آپا جی مرحومہ نماز پڑھ رہی ہیں۔ میری بھابی (بنت امیر شریعت جنہیں ہم آپی کہہ کر پکارتے) بچیوں اور بچوں کو قرآن کریم پڑھا رہی ہیں۔ میں پیر جی کو کھلاتے کھلاتے اپنا سبق بھی یاد کر رہا ہوں لیکن سبق ہے کہ یاد ہی نہیں ہو رہا۔ اور اس بات کی فکر بھی ہے کہ اگر سبق یاد نہ ہوا تو آپی تو شاید کچھ رعایت کر دیں مگر آپا جی مرحومہ پٹائی کر دیں گی۔ بھائی جان مرحوم (سید عطاء اللہ شاہ بخاری) حسب معمول اللہ کے دین کی تبلیغ کیلئے گھر سے باہر ہیں۔ اس موقع پر لالہ جی (شاہ جی کے دوسرے فرزند سید عطاء المحسن

بخاری جنہیں پیار سے ہم لالہ جی کہتے ہیں) سے میری ایک آدھ چونچ بھی ہو جاتی ہے۔ پھر اچانک محلہ سے ایک شور بپا ہوتا ہے۔ پکڑو پکڑو! یہ کوئی پتنگ کٹ کر جا رہی تھی اور بچے اس کے تعاقب میں تھے۔ میں بھی بیر جی کو تقریباً پھینک کر "گڈی" لوٹنے چھت پر چلا جاتا ہوں۔ گڈی تو لوٹنے والے لوٹ گئے مگر میں خالی ہاتھ نیچے آکر آپا جی کے حکم پر کان پکڑ لیتا ہوں۔ بعد میں آپی جی کی سفارش پر مجھے معاف کر دیا جاتا ہے۔ پھر میں نے سبق یاد کر کے سنایا تو آپا جی بہت خوش ہوئیں۔ سبق سننے کے بعد انہوں نے مجھے چاول اور ثابت مونگی کھلائے۔ یہ ہمارے پنجابی اور کشمیری لوگوں کی پسندیدہ غذا ہے۔ دال چاول بہت مزیدار ہیں۔ اور میں مزے لے لے کر کھا رہا ہوں اس دوران آپا جی مجھے کھانے کے آداب بھی سکھا رہی ہیں۔ "منہ سے چپڑ چپڑ کی آواز مت نکالو" میں کھانا کھا چکا تو آپا جی میرے باقی بھائیوں اور والدہ کیلئے کھانا باندھ کر دیتی ہیں۔ "بیٹے جاؤ گھر لے جاؤ"

یہ وہ احساس ہے جو خالصتاً اللہ کی عطاء ہے

آپا جی جانتی تھیں کہ میری ایک عزیزہ بیوہ ہے۔ اور غریب ہے اسلئے ہر طریقے سے ان کی مدد کرتی تھیں۔

بھائی جان مرحوم تحریک آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ تمام ہندوستان میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ لوگ انکی باتوں اور صحبت کو ترستے تھے۔ بڑے بڑے سیاسی رہنما اور ادیب و شاعر ان سے ملنے آتے۔ مگر دوسری طرف میں -----۔ ایک یتیم اور غریب بچہ، میلا لباس بڑے بڑے بال اور سر جوؤں سے بھرا ہوا لیکن وہ مجھے اپنی پاکیزہ گود میں بٹھا کر احباب سے میرا تعارف یوں کراتے "ان سے ملئیے یہ میرے سالے ہیں" یہ تعارف، یہ محبت اور یہ اپنائیت میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہ تھا۔ انہوں نے اپنے رویے سے میرے اندر احساس کمتری پیدا نہ ہونے دیا۔ بے شک وہ ہم سب کیلئے روشنی کا ایک مینار تھے۔ جن سے ہم سب حسب توفیق روشنی حاصل کرتے تھے۔ وہ ایک مثالی کردار کی حامل شخصیت تھے۔ اللہ اللہ! کیا لوگ تھے۔ اللہ کی رحمت کے خزانے ان پر نچھاور تھے۔ وہ سوائے انگریز کے کسی کے دشمن نہ تھے۔

یہ انکے عظیم اور بلند کردار کی ایک ہلکی سی جھلک ہے۔ میں نے ان کا یہ رویہ شعور کے آنے سے پہلے کا جذب کیا ہوا ہے۔ جس کا اظہار میں کبھی کبھار اپنے مرحوم بھائی سید سعید شاہ صاحب سے کیا کرتا تھا یا پھر آج صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے تاریخ کے حوالے کر رہا ہوں۔

خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

علم و ادب اور تاریخ و سیرت سے دلچسپی رکھنے والے باذوق قارئین کے مطالعے کیلئے دو اہم کتابیں

فدائے احرار، عظیم مجاہد آزادی
مولانا محمد گل شیر شہید
مؤلف: محمد عمر فاروق : قیمت /۱۵۰ روپے

صاحب طرز ادیب، مفکر احرار
چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی
نایاب اور اہم کتاب "شعور"
قیمت — ۳۵ روپے

بخاریؒ

باطل کے مقابل تھا تو حق کا نمائندہ
شاید ہو کہیں پیدا تجھ سا کوئی آئندہ
دنیائے خطابت میں ہے گونج تری اب تک
دنیائے ولایت میں تو زندہ و پائندہ
اے سیدِ والا شاں، جینا تھا ترا جینا
جینا تو انہی کا ہے جو مر کے رہیں زندہ
خورشید کی صورت تھی، اے شاہِ تری ہستی
دنیا میں بھی تابندہ، عقبیٰ میں بھی تابندہ
روشن تھا ترا سینہ عرفانِ نبوت سے
ایماں کی صباحت سے چہرہ تھا درخشندہ
جرأت سے شجاعت سے، محبت سے فراست سے
باطل کو کیا تونے ہر ذہن سے شرمندہ
دنیا سے خفا ہو کر، دنیا سے جدا ہو کر
فردوس میں جا بیٹھا، فردوس کا باشندہ
تجھ سے جو تعلق ہے، تجھ سے جو محبت ہے
سلماں کے دل و دیدہ ہیں اس لئے رخشندہ

○

سید سلمان گیلانی

عبدالستار نجم ابوالخیری

یادوں کے نقوش

پاکستان بننے سے پہلے مدرسہ ریاض الاسلام (جھنگ) میں جلسہ تھا۔ بندہ اس وقت شاید چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ سٹیج پر سید مبارک شاہ بغدادی رحمتہ اللہ علیہ مع دیگر علماء تشریف فرما تھے۔ حضرت امیر شریعت تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد ایک رکوع کی تلاوت فرمائی۔ مجمع سے اچانک ایک بوڑھا دیہاتی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شاہ جی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے آلِ رسول ﷺ اولادِ علیؓ خدا کے لئے ایک رکوع اور تلاوت فرمائیں۔ حضرت شاہ جی نے سر کو ذرا جنبش دی۔ گھنگریالے بالوں نے ادھر سے اُدھر پھیل کر رعب حسن کو دوبالا کر دیا۔ مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ سن سکو گے؟ سارا مجمع پکار اٹھا۔ ضرور ضرور۔ مہربانی فرمایئے۔ حضرت شاہ جیؒ نے جھوم جھوم کر تلاوت شروع کی تو مجمع سے سسکیوں کی آواز چیخوں میں تبدیل ہو گئی۔ ایک ہندو نوجوان بھی کھڑا ہو کے تلاوت سننے لگ گیا۔ شاہ جیؒ نے چار رکوع تلاوت کئے۔ بوڑھا دیہاتی زار و قطار روتا ہوا بیٹھ گیا۔ اور اسی جگہ وہ ہندو نوجوان آ کر دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کیا شاہ جیؒ مجھے مسلمان کیجئے پھر اس کی آنکھوں سے ساون کی برسات لگ گئی۔ شاہ جیؒ نے پیار بھرے لہجہ سے قریب بلا کر فرمایا کہ مسلمان کرنے والا یہ پیچھے پیر بیٹھا ہے (حضرت پیر مبارک شاہ صاحب بغدادیؒ) اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے اس کا مرید بن جا۔ چنانچہ وہ پیر صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ سرصاحب اسے مسلمان کرنے کے بعد اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔ یہ نو مسلم جب گھر گیا تو بھائیوں نے قتل کرنے کے لئے بندوق کا فائر کیا یہ دوڑ پڑا۔ وہ فائر کرتے ہوئے پیچھے دوڑتے رہے۔ یہ زخمی ہونے کے باوجود بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ ہسپتال میں زیر علاج رہا تو سارا خرچہ وغیرہ پیر صاحبؒ نے برداشت کیا۔ تندرست ہو کر حضرت پیر صاحبؒ کے ساتھ آملا۔ ہم نے اس کے منہ پر زخموں کے نشانات دیکھے۔ واللہ اعلم وہ اب کہیں زندہ ہے یا اس دنیا سے جا چکا ہے۔

باگڑ سرگانہ نزد عبدالحکیم میں جلسہ تھا۔ حضرت شاہ جیؒ جناب میل سے ایک بجے اسٹیشن عبدالحکیم پر اترے اور سیدھے حکیم حافظ غلام قادر صاحب (جو پیر مبارک شاہ بغدادیؒ کی مسجد کے حجرے میں اپنے دواخانہ میں موجود تھے) کے پاس تشریف لائے۔ میں اس وقت ان کے پاس طب پڑھ رہا تھا۔ تمام سے معانقہ ہوا۔ حضرت استاد صاحبؒ شاہ جیؒ سے اپنی علاقائی زبان میں مخاطب ہوئے۔ "حضرت جناب میل توں لتھے ہو"۔ شاہ جیؒ نے فوراً فرمایا کہ "ہاں جناب توں لتھے آں تے جناب تے چڑھنا ہے"۔ یہ اشارہ تھا کہ بے وقت آئے ہیں کھانا بھی کھانا ہے۔ آپ کو تکلیف تو ہو گی اور جب کبھی شاہ جی حکیم صاحبؒ کے پاس آتے تھے تو وہ ہدیتہً دواء المسک، خمیرہ مروارید ی اور خمیرہ عنبری کے تین ڈبے شاہ جی کی نذر کرتے تھے۔ یہ ساری کہانی صرف ایک جملے میں سما گئی تھی۔ ساری محفل کشت زعفران بن گئی۔

بقیہ ص ۳۵ پر

حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

امیرِ شریعت وہ مردِ قلندر وہ شہبازِ اسلام وہ مردِ آہن
وہ باغِ نبوت کا ایسا تھا بلبل سرِ شاخ طوبیٰ تھا جس کا نشیمن
بہارِ فصاحت نگارِ بلاغت سفیرِ رسالت ضمیرِ شرافت
نثارِ نبوت مدارِ عزیمت، وہ مینارِ عظمت پہ تھا جلوہ افگن
وہ تنویرِ جذباتِ صدیقِ اکبرؓ، وہ تصویرِ اخلاقِ شبیرؓ و شبرؓ
وہ شمعِ رسالت پہ جل بجھنے والا وہ سینائے توحید پر جس کا مسکن
وہ شورِ سلاسل پہ زورِ خطابت، وہ جوشِ شجاعت پہ ہوش و فراست
وہ شوقِ شہادت پہ ذوقِ تلاوت وہ سوزِ محبت سے دل مثلِ گلخن
وہ زندانِ افرنگ کے صحن میں لحنِ داؤدی سے گنگناتا جو قرآن
تو جھوم اٹھتے تھے عاشقانِ محمد لرز اٹھتے تھے دین و ایماں کے دشمن
شب و روز عشقِ محمد میں تڑپے، دلِ شیرِ نر اس کے سینے میں دھڑکے
دھاڑے تو ڈھے جائیں باطل کے قلعے جو بولے تو کھل جائیں گلشن کے گلشن
وہ قرآن کی لوریاں دے کے ملت کی بے چین گھڑیوں کو تسکین بخشے
سمندر کی بپھری ہوئی موج بن جائے ظالم لگائیں زباں پر جو قدغن
وہ تقریر کی موسلادھار سے دل کی بنجر زمینوں کو شاداب کرتا
مگر برقِ عشقِ نبوت سے دُزدانِ ختمِ نبوت کے جل جاتے خرمن
سزاوار حضرتؒ مرے پاس ارادات کے گوہر کہاں نجم، پھر بھی کروں پیش
خراجِ عقیدت بالفاظِ شورش "جوشہ جی" کے عنوان سے ہے معنون
کہ "اٹھے تو آندھی جو گرجے تو بادل جو کڑکے تو بجلی جو بولے تو ہے شیر"
نگہ بھر کے دیکھے تو کانپ اٹھیں دشمن ذرا مسکرائے تو بن جائیں ساجن

عبدالستار نجم ابوالخیری (جھنگ)

بیادِ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ علیہ

عدوہائے محمد کا شکاری دیکھتے جاؤ

کسی سلطانِ جائر کو کبھی حق بات کہنے سے
ہوا ہرگز نہ دل پہ خوف طاری دیکھتے جاؤ

نہ خاطر میں کبھی لایا کسی کی جاہ و حشمت کو
منال و مال سے پرہیزگاری دیکھتے جاؤ

امیروں سے یہ بے پروا شہنشاہوں سے مستغنی
فقیروں سے مروّت انکساری دیکھتے جاؤ

خدا کی راہ میں جھیلے مصائب طیبِ خاطر سے
یہ عبرت خیز ان کی بربادی دیکھتے جاؤ

گزاری ریل میں یا جیل میں کل زندگی اپنی
رہِ مولیٰ میں یہ دیوانہ واری دیکھتے جاؤ

نہ چھوٹی ان سے ہرگز بھی کسی حالت میں حبلُ اللہ
صراطِ حق پہ ان کی پائیداری دیکھتے جاؤ

خدائے پاک کے امر و نواہی کی اشاعت میں
رہی ہے عمر بھر تک جہد جاری دیکھتے جاؤ

رگِ مرزائیت کو کاٹ ڈالا جذبۂ حق سے
ذرا ابنِ علی کی ذوالفقاری دیکھتے جاؤ

غلامی کو مٹانے میں لگائی جان کی بازی
مسلمانوں کی بھی غمگساری دیکھتے جاؤ

نبوت کی حفاظت میں اٹھائی تیغِ حق گوئی
عدوہائے محمد کا شکاری دیکھتے جاؤ

رخِ زیبا سے ہوتا ہے ہویدا نور ایمانی
مجاہد مرد کی صورت پیاری دیکھتے جاؤ

ملک صورت فلک رتبہ سراپا اسوۂ حسنہ
گزاری جس نے حق پر عمر ساری دیکھتے جاؤ

بہت دل گیر ہے ارشاد ان کے ہجر میں دائم
تاسف، حُزن، حسرت اشکباری دیکھتے جاؤ

حافظ ارشاد احمد دیوبندی (ظاہر پیر)

شاہ جی دے ناں

قوم دے درد نوں جانن والا اج اوہ ساڈے کول نئیں
جھوٹ تے سچ نوں وکھ کر دسیا، ماسہ ایس وچ جھول نئیں
اُس دی سوچ تے فکر سنیہا ساڈے لئی اے بانگ درا
ایہہ موتی انمول نے سبھنا پیراں دے وچ رول نئیں
لعنت اوس ورتارے اُتے کرے جو مکر فریباں لئی
شاہ جیؒ دا اکھان ہے یارو، تیرا میرا بول نئیں
اوہدے مگروں کیہہ کیہہ ورتی، کیہہ پچھو، کیہہ دساں میں
یاد اُوہدی تڑپاوے ساہنوں، ہجر کہانی پھول نئیں
عزت، غیرت، انڑکھ دی خاطر آہڈا لا غداراں نال
دین ایمان دی خاطر سبھناں، پھڑ تلوار، کشکول نئیں
ظلمت دے ایس موسم دے وچ سورج بن نئیں سکدا
جیہڑا بندہ یار عزیزا، ہمت رکھدا کول نئیں!

عزیز سندھو (ملتان)

سبائی فتنہ (جلد اوّل)

تالیف
مولانا ابو ریحان سیالکوٹی

○ اہلسنت کا روپ دھار کر رفض و سبائیت پھیلانے والے چکوالی فرقہ کے باطل افکار و خیالات کا مدلل، علمی و تحقیقی محاسبہ۔
○ ایک تہلکہ خیز کتاب، جس نے نام نہاد تقدس مآبوں کی کمین گاہوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔

کمپیوٹر کتابت ○ اعلیٰ طباعت ○ ۵۶۸ صفحات ○ قیمت ۱۵۰/- روپے

بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان، فون: ۵۱۱۹۶۱

اظہارِ تعزیت

کمالیہ میں ہمارے دیرینہ کرم فرما اور ادارہ نقیب کے مستقل معاون محترم عبدالکریم قمر صاحب یکے بعد دیگرے دو صدمات سے دوچار ہوئے ہیں۔

۹ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ کو ان کی معصوم بیٹی "جویریہ کریم" اڑھائی ماہ کی عمر میں انتقال کر گئی۔ اور اس سے قبل ۳ ذوالحجہ کو ان کی پھوپھی صاحبہ رحلت فرما گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون:

مرحومہ سرطان کی مریضہ تھیں۔ وہ احرار کارکنان ماسٹر اللہ بخش صاحب اور احمد یار صاحبان کی بھابی تھیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ حسنات قبول فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر عطاء فرمائے۔ (آمین)

اراکین ادارہ دعا گو ہیں اور عبدالکریم قمر صاحب کے غم میں شریک ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مرحومین کی مغفرت کے لئے دعاء کا اہتمام فرمائیں۔

× مجلس احرار اسلام لاہور کے کارکن محترم رانا محمد فاروق کی خالہ محترمہ گزشتہ ماہ کوٹ بھٹہ تحصیل کاموکی میں انتقال کر گئیں۔

× مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے ڈپٹی سیکرٹری کنور عبدالرحیم اور عبدالکریم آزاد کی والدہ ماجدہ ۱۱ جولائی کو رحلت فرما گئیں۔ مرحومہ احرار کارکن ابومعاویہ محمد نعیم احرار اور محمد معاویہ احرار کی دادی تھیں۔

× ماہنامہ الرشید لاہور کے مدیر اور ہمارے دیرینہ کرم فرما محترم حافظ عبدالرشید ارشد صاحب کے قریبی عزیز حافظ شاہ محمد صاحب گزشتہ ماہ ساہی وال میں رحلت فرما گئے۔ مرحوم عالم باعمل تھے اور جامعہ علوم شرعیہ میں مدرس تھے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ جملہ مرحومین کیلئے مغفرت کی دعاء فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے اور خطائیں معاف فرمائے۔ اراکین ادارہ لواحقین کے غم میں شریک ہیں۔ (مدیر)۔

جناب عبدالواحد بیگ صاحب کے لئے دعاءِ صحت

جناب عبدالواحد بیگ صاحب ایک دردمند مسلمان ہیں۔ نقیب ختمِ نبوت اور مختلف دوسرے جرائد میں ان کی تحریریں قارئین کے ایمان و یقین کو گرماتی ہیں۔ پیشہ کے لحاظ سے پینٹر ہیں۔ نہایت خوشخط ہیں۔ تمام عمر مزدوری کر کے حلال کمایا ہے۔ وہ عمر کے جس حصے میں ہیں اس میں تمام قویٰ مضمحل ہوجاتے ہیں مگر ان کا جذبہ اب بھی جوان ہے، فکر و نظر میں پختگی پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ شہر کی اکثر دیواروں پر دینی اصلاحی اقوال، اشعار اور نعرے لکھنا ان کا عمر بھر کا معمول رہا ہے۔ فحاشی و عریانی کے خلاف ملتان کی دیواروں پر درج نعرے ان کے اخلاص و جذبہ پر شاہد عدل ہیں۔ ان دنوں محلہ تھلہ سادات کی ایک چھوٹی سی مسجد میں خاموشی کے ساتھ دن گزار رہے ہیں۔ گزشتہ کچھ دنوں سے عارضۂ کثرالبول میں مبتلا ہیں۔ قارئین ان کی صحت یابی کے لئے دعاء کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

دینی علوم و فکر سے آگاہی کے لئے دینی، علمی، ادبی، تاریخی اور تحقیقی کتب

تائیدِ آسمانی در ردّ قادیانی : مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ ـــــ 5 روپے

حضرت حسینؓ کے قاتل کون ؟ : مولانا اللہ یار خانؒ ـــ 5 روپے

ایرانی انقلاب خمینی اور شیعت : مولانا محمد منظور نعمانی ـــ 40 روپے

محدّث اعظم أبوحنیفہ : مولانا محمد یعقوبؒ ـــــ 12 روپے

واقعۂ کربلا اور اسکا پسِ منظر : مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی ـــ 60 روپے

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان۔

حلقۂ احباب

قارئین سے

مولانا سنبھلی کی کتاب "واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر" کے نام پر کھلی جعل سازی

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

نقیبِ ختم نبوت باقاعدگی سے مل رہا ہے۔ آپ نے مخدومی سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی تقاریر کی اشاعت کا اہتمام کر کے جہالت کے خلاف علمی جہاد کیا ہے۔ خاص طور پر اس مرتبہ حضرت کی تقریر "یزیدی کون؟" احباب نے پسند کی ہے۔ ہم سب احباب آپ کے شکر گزار ہیں۔ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ جی کے ایمان و عمل میں برکت عطاء فرمائے اور صحت سے نوازے۔ (آمین)

اس وقت میں آپ کی اور جملہ قارئین کی توجہ ایک بہت بڑے فراڈ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ پہلے تو ہم سنتے تھے کہ دو نمبر آٹا ہے، دو نمبر نمک ہے، دو نمبر مرچ ہے، دو نمبر صابن اور دو نمبر رنگ ہے، دو نمبر کپڑا ہے مگر گزشتہ کئی دنوں سے یہ دیکھ کر میں حیران ہوں کہ مارکیٹ میں دو نمبر مولویوں کی بھی بہتات ہو گئی ہے۔ جنہیں میں رافضی نما مسلمان کہتا ہوں۔

آپ کے علم میں ہے کہ مفکر اسلام مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ (لکھنؤ) کے فرزندِ گرامی محترم عتیق الرحمن سنبھلی صاحب نے گزشتہ سال اپنی معرکۃ الآرا کتاب "واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر" لکھنؤ سے شائع کی جسے برصغیر کے تمام علمی حلقوں میں بے پناہ پذیرائی ملی۔ جونہی یہ کتاب چھپ کر پاکستان آئی تو لاہور کے ایک تاجر کتب جو قاضی مظہر چکوالی صاحب کے مرید باصفا بھی ہیں کے ہاتھ لگ گئی۔ موصوف کتب فروشی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اور اس فن میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ چونکہ "واقعہ کربلا" کا دیباچہ حضرت مولانا منظور نعمانی مدظلہ کے قلمِ حقیقت رقم سے نکلا ہے اور تاجر مذکور پہلے بھی مولانا نعمانی کی شہرہ آفاق کتاب "ایرانی انقلاب" کے کئی ایڈیشن شائع کر کے خاصی "چمک" پیدا کر چکے ہیں۔ اس سنہری موقع کو وہ کب ہاتھ سے جانے دیتے تھے۔ چنانچہ موصوف نے کتاب واقعہ کربلا کو شائع کرنے کا ارادہ کر لیا۔ طباعت مکمل ہوئی تو لاہور کے ہی ایک بزرگ جو چکوالی صاحب کے مسلک کے مبلغ و پشتیبان ہیں کو اس کی خبر ہو گئی۔ چکوال سے لاہور تک کے خانقاہی ماحول میں ایک ارتعاش پیدا ہو گیا۔ تاجر موصوف سے کہا گیا کہ عتیق الرحمن سنبھلی خارجی ہو گیا ہے۔ لہذا کتاب کی اشاعت روک دی جائے اور مولانا منظور نعمانی مدظلہ جن کا شمار اب تک اہلِ حق میں ہوتا تھا اور ان کی بے شمار کتابیں انہی تاجروں کے رزق کا وسیلہ تھیں انہیں بھی "واقعہ کربلا" کا مقدمہ لکھنے کے جرم کی پاداش میں "خارجی" قرار دے دیا گیا۔

کتب فروش نے اپنے پیروں کو جھوٹ بول کر یقین دلا دیا کہ طبع شدہ کتاب کے تمام نسخے نذرِ آتش کر دیئے گئے ہیں۔ اور یہ فتویٰ بھی صادر کر دیا کہ اس کتاب کو بیچنا، خریدنا اور شائع کرنا قطعی حرام ہے۔ جبکہ حقیقت اسکے برعکس تھی۔ لاہور کے کتب فروش نے گوجرانوالہ کے ایک کتب فروش کو تمام نسخے فروخت کئے۔ وہ بھی چک والی صاحب کا مُرید باصفا ہے۔ گوجرانوالہ کے کتب فروش نے صادق آباد کے ایک مکتبہ کا نام لکھ کر کتاب مارکیٹ میں پیش کر دی۔ اس کے کئی ایڈیشن شائع کر کے چاندی کھری کی اور خاصی چمک پیدا کر لی۔ اخلاقی پستی کا یہ عالم ہے کہ اب بھی وہ مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ اور مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کو خارجی کہتے ہیں اور خیر سے دونوں مولوی ہیں اصلی نہیں "دو نمبر"

لاہور کے چک والی کتب فروش نے ایک فراڈ کے بعد دوسرے فراڈ کی ٹھانی اور کراچی کے ایک مولوی عبدالرشید نعمانی صاحب کے چند پرانے رسائل جمع کر کے سنبھلی صاحب ہی کی کتاب کا عنوان چُرا کر "واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر" کے نام سے کتاب شائع کر دی۔ سنبھلی صاحب کی کتاب فروخت کرنے کے بعد اب اسی نام سے لوگوں کو دھوکہ دے کر عبدالرشید نعمانی صاحب کی کتاب فروخت کی جا رہی ہے۔ میرا ایک دوست گزشتہ دنوں اسی فراڈ کی زد میں آیا۔ سنبھلی صاحب کی کتاب دکھا کر پیکٹ میں مولوی عبدالرشید کی کتاب پیک کر دی۔ وہ گھر آیا تو معاملہ ہی اُلٹ تھا۔ خرافات کا پلندہ اس کے سامنے تھا۔ میں نے ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ مولوی عبدالرشید نعمانی صاحب اور مُظہر نقوی صاحب دونوں نے ایرانیوں اور رافضیوں سبائیوں کو جی بھر کے خوش کیا ہے۔ اور ان کے باطل افکار و نظریات کی کامل ترجمانی کی ہے۔ ان دونوں لکھاریوں نے سب سے زیادہ حق ازواجِ مطہرات کا غصب کیا ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ میرے اس خط کو نقیب میں شائع کر کے جملہ اہلِ سنت کو اس فراڈ سے آگاہ فرمائیں کہ "واقعۂ کربلا" نامی کتاب خریدتے وقت مصنف مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کا نام ضرور پڑھ لیں۔

والسلام

خاکپائے ازواج واصحابِ رسولِ علیھم الرضوان

محمد مُعاویہ۔ لاہور

O

جناب مدیر صاحب۔ سلامِ مسنون

نقیب ختمِ نبوت کا پرانا قاری ہوں۔ تازہ شمارہ میں وکیل صحابہؓ مولانا سید عطاء المحسن بخاری وامت برکاتہم کی تاریخی تقریر "یزیدی کون؟" کا مطالعہ کیا اور ماضی میں گم ہو گیا۔ میں تاریخ کا ایک طالب علم ہوں۔ کسی زمانے میں میری سوچ کا دائرہ بھی صدیوں سے مروج پروپیگنڈے کے حصار میں محدود تھا مگر تلاشِ حق، جستجوئے منزل اور ذوقِ مطالعہ نے میرے ذہن و فکر کو روشنی بخشی۔ میں سوچ کی جبری قید سے بڑی بے باکی کے ساتھ آزاد ہوا اور غور و فکر اور تحقیق و تجسس کی نئی راہیں متعین ہوئیں۔ حضرت شاہ جی کی اس تقریر سے ایسے گوشے منظرِ عام پر آئے ہیں جو بعض نام نہاد اہلِ حق (جن کو میں صورتاً سنی اور حقیقتاً سبائی کہنا پسند کروں گا) نے دیدہ دانستہ طالبانِ حق کی نظروں

سے اوجھل رکھے۔ وہ کھلی آنکھوں سب کچھ دیکھنے اور پڑھنے کے باوجود "کتمانِ حق" کے مرتکب ہوئے اور دجل و تلبیس کا بازار گرم کر کے عامتہ المسلمین کو گمراہ کرنے کی سعی ناکام میں مصروف رہے۔ انہوں نے اپنے تئیں سمجھ لیا کہ مطالعۂ تاریخ کا شعور صرف انہی کے حصہ میں آیا ہے حالانکہ "عقل خدا داد چیز ہے" جسے اللہ نصیب کرے۔ تحقیق و ترقی اور اکتشافات کے اس دور میں ایسی باتیں کہنے والوں اور اس قسم کے سطحی خیالات رکھنے والوں کو جاہل بلکہ اجہل کے نام سے ہی موسوم کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ جی مدظلہ نے اس تقریر میں دلائل و براہین کی قوت و شوکت سے تاریخ کی ان تمام مکذوبہ روایات کا پردہ چاک کر کے انہیں رد کیا ہے جو قرآن و سنت سے متصادم، اجماعِ امت کے خلاف اور سبائیوں، رافضیوں کی وضع کردہ ہیں۔

حضرت شاہ جی نے اپنے اصل اسلاف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع اور وکالت کا حق اداء کرتے ہوئے انہیں کے فیصلوں اور اعمالِ حسنہ کو ہی حُجت، معیار اور سند قرار دیا ہے۔

بے شمار قارئین نے اس تقریر کے مطالعہ کے بعد حادثۂ کربلا کے باب میں قبول کئے گئے موروثی اور مروجہ خیالات سے رجوع کیا ہے۔ الحمدللہ اب یہ حقیقت لوگوں پر عیاں ہورہی ہے کہ کان پر ہاتھ رکھ بھیرویں اور مالکونس میں کھٹی سے کرنے والے وعظ فروشوں، نسبتوں کے بیوپاریوں، جعلی خلیفوں، بزرگوں کی مسند پر ناجائز قابض گدی نشینوں اور حرم فروش پیروں نے محض اپنے معاشی دھندے کی خاطر وکالت صحابہ کا روپ دھار کر دراصل سادہ لوح اہلِ سنت کو گمراہ کرنے کی مذموم سعی کی ہے۔ اس کوشش میں وہ اہل علم کے سامنے بیچ چوراہے کے چاروں شانے چت ہوئے ہیں۔ ان کی ذلت آمیز شکست کا عبرتناک منظر سب نے دیکھا ہے۔ دیکھ رہے ہیں اور دیکھتے رہیں گے۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عصرِ حاضر کے ایسے نام نہاد محقق جو تاریخی طور پر اپنے حصۂ اسفل کی صحت و پاکیزگی کا کوئی ثبوت بھی پیش کرنے سے قاصر ہیں وہ اللہ کی منتخب کردہ جماعت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار پر انگشت نمائی کر رہے ہیں۔

الھم انی اعوذبک من ھمزاۃ الشیطن واعوذ بک رب ان یحضرون۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا عطاء المحسن بخاری وامت برکاتہم کو جزاءِ خیرِ عطاء فرمائے اور انہیں صحت و سلامتی سے نوازے کہ انہوں نے اعلاء کلمتہ الحق کا فریضہ اداء کر کے سادہ لوح اور پڑھے لکھے سنی عوام کو یکساں نفع پہنچایا ہے۔ اور مطالعۂ تاریخ کا شعور بیدار کر کے انہیں نئی روشنی میں لاکھڑا کیا ہے۔ جہاں سب کچھ صاف اور شفاف دکھائی دیتا ہے۔

ادارہ نقیب ختم نبوت بھی مبارکباد کا مستحق ہے کہ اپنی اشاعت کے آغاز سے لے کر تاحال جہالت کی تاریکیوں میں حق اور علم کی قندیل روشن کئے ہوئے ہے۔

والسلام

خالد مشہود غازی

چکوال شہر

عزیز محترم سید کفیل بخاری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

نقیب ختم نبوت کا تازہ شمارہ بابت ماہ محرم مطابق جولائی ۱۹۹۳ء ملا۔ یوں تو مجموعی طور پر یہ شمارہ تاریخ و حقائق کا ایک قیمتی حصہ ہے مگر اس میں حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ العالی کا خطاب بعنوان "یزیدی کون؟" ملاحظہ کر کے دل و دماغ باغ باغ ہو گئے۔ اس خطاب میں تاریخی سچائیوں کو الم نشرح کیا گیا ہے اور ایک مظلوم ترین تابعی کی شخصیت سے علمی طور پر گرد و غبار صاف کیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ عام سنیوں کو تو شیعی پراپیگنڈہ نے گمراہ کیا ہے مگر علماءِ دین کو کیا ہو گیا ہے؟ وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی نہ جانے کن مصلحتوں کا شکار ہو کر حقائق کو چھپاتے رہے اور چھپا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطاء فرمائے حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ العالی کو انہوں نے اپنی ظاہری ناموری و عزت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بڑی جرأت اور بہادری سے مؤمنین و مؤمنات اور جویانِ حق کے لئے راہ ہموار کر دی ہے بلکہ حجت تمام کر دی ہے۔ اب نئی نسل اس قدیم تاریخی گمراہی کی دلدل سے ضرور نکلے گی جو چودہ صدیوں سے دشمنانِ اسلام سبائی، یہودی اور رافضی پھیلا رہے ہیں اور ہر دور کے جاہل اور پیشہ ور سنی مولوی بھی پھیلاتے چلے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطاء فرمائے (آمین)

والسلام

طالبِ حق

ارشاد احمد دیوبندی

ظاہر پیر۔ ضلع رحیم یار خان

○

مکرم و محترم

السلام علیکم!

نئے سال (محرم الحرام) کا رسالہ نقیبِ ختمِ نبوت حضرت مولانا حق نواز اعوان صاحب سے لے کر پڑھا۔ واقعہ کربلا کے متعلق حضرت شاہ صاحب کی تقریر کیا تھی میرے خیالات کی ترجمانی تھی۔ حقیقتاً (میرے خیال میں) یہ معاملہ قطعاً سیاسی تھا۔ مذہب کا اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ اب تک جتنے علمائے کرام کے مواعظ و تقاریر سنے یا مضامین پڑھے ہیں سب کا یہی موضوع رہا ہے کہ یہ ایک دینی معاملہ تھا اور خدانخواستہ دینِ اسلام خطرے میں تھا۔ یہ لوگ کھل کر حقیقت بیان کرنے میں نہ جانے کیوں تردد کرتے رہے ہیں۔ پہلی مرتبہ میں نے اس موضوع پر حقیقت پر مبنی شاہ صاحب کی تقریر پڑھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آمین۔

والسلام

ضیاء الدین صدیقی

معاون ناظم دفتر جامعہ اشرفیہ سکھر

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے!

ہمارے دینی اِدارے اور مستقبل کے منصوبے، مسلمان توجہ فرمائیں

★ — مجلسِ احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک تحریکِ ختمِ نبوّت ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی اِدارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یُوں ہے:

★ مدرسہ معمورہ — دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان۔ فون نمبر، ۵۱۱۹۶۱ ۔

★ مدرسہ معمورہ — مسجد نور، تغلق روڈ ملتان —

★ بُستانِ حمیرا (مدرسۃ البنات) — دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان —

★ ساداتؑ اکیڈمی — دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان —

★ مدرسہ محمودیہ معمورہ — ناگڑیاں ضلع گجرات —

★ مدرسہ ختمِ نبوّت — مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون نمبر: ۸۸۶ —

★ مدرسہ ختمِ نبوّت — سرگودھا روڈ ربوہ —

★ دارُالعلوم ختمِ نبوّت — چیچہ وطنی۔ فون نمبر: ۲۹۵۳ – ۲۱۱۲ —

★ احرار ختمِ نبوّت سینٹر — چیچہ وطنی —

★ مدرسہ ابوبکر صدیق — تلہ گنگ ضلع چکوال —

★ مدرسۃ العلوم الاسلامیہ — گڑھا موڑ۔ فون: ۱۳۱ —

★ مدرسۃ البنات — گڑھا موڑ۔ فون: ۱۳۱ —

★ مدرسہ ختمِ نبوّت — نواں چوک گڑھا موڑ —

★ مدرسہ ختمِ نبوّت — صادق آباد، ضلع رحیم یار خان۔ —

یہ ادارے سرگرم عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد ختمِ نبوّت ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیر نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت — یہ تمام کام اُمتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعا، ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے — آئیے، آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

سید عطاء المحسن بخاری

دارِ بنی ہاشم ... مہربان کالونی ملتان

ترسیلِ زر ... ۹۹۲۲ حبیب بینک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

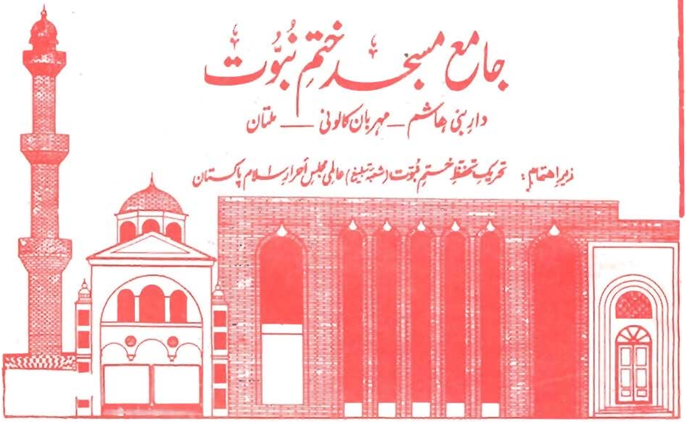

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر، ٹونٹیوں کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام جاری ہے۔ اس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔

زیرِ اہتمام : تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت • قائم شدہ ۱۹۳۴ء، قادیان، سنہ ۱۹۷۶ء، ربوہ،

بانی : رئیس الاحرار امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بمقام جامع مسجد احرار ربوہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ

پندرہویں سالانہ یک روزہ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس

جس میں ملک بھر سے ہزاروں احرار فدائین، مزدور، کسان اور طلباء شریک ہو رہے ہیں

زیرِ سرپرستی ○ شیخ المشائخ خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ

زیرِ صدارت ؛ مولانا عبدالحق چوہان صاحب مدظلہ،

جلسہ عام

۱۰ بجے صبح تا
۱۲½ بجے دوپہر

خصوصی خطاب

قائدِ تحریکِ ختمِ نبوّت، ابنِ امیرِ شریعت

سیّد عطاء المحسن بخاری

مسجد احرار تا مسجد بخاری دورانِ جلوس

زعماءِ احرار ایمان افروز

بیانات کریں گے۔

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

رابطہ فون : ملتان ۵۱۱۹۶۱، ربوہ ۸۸۶، لاہور ۶۳۶۰۶۸، چنیوٹ ۲۳۳۲، چیچہ وطنی ۲۹۵۳۰۲۱۱۲